قاعدہ بے قاعدہ
شوکت تھانوی

بے قاعدہ

ناشر

نیو تاج آفس پوسٹ بکس نمبر ۱۰۴۹ دہلی

مطبوعہ:- کوہ نور پریس لال کنواں دہلی

قاعدہ بے قاعدہ

شوکت تھانوی

قیمت :- ۲ دو روپے

ترتیب

اُن بچّوں کے نام

جو مجھ سے پہلے پیدا ہو چکے ہیں

ابتدائیہ

اس بے قاعدہ کو اپنی طرف سے بڑے قاعدے کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کے باوجود چند اسباق بے قاعدہ ہو گئے۔

یہ قاعدہ آج سے کئی برس پہلے لکھا گیا تھا۔ اس وقت حرفوں کی زد میں آنے والے تمام ادیب زندہ تھے۔ آج جب یہ قاعدہ چھپ کر بازار میں آ رہا ہے، تو ان میں سے منٹو، مولانا ظفر علی خاں، پطرس اور یگانہ اللہ کو پیارے ہو کر بھی زندہ ہیں۔ میراجی کو بھی تھوڑی سی رعایت کیساتھ زندوں میں شمار کر لیجئے شوکت تھانوی صاحب کی یہ کوشش تھی کہ اس قاعدے میں صرف زندہ ادیبوں کا ذکر آئے گا۔ مگر وہ اپنی کوشش میں پورے کامیاب نہیں ہوئے

ان میں بعض زندہ ادیب مرے ہوئے بھی ہیں۔ مثال کے طور پر راقم الحروف اور اس کے ساتھ وغیرہ وغیرہ۔

اِس قاعدہ میں واقعات کی غلطی بھی کھٹکے گی۔ اس میں مصنف کا کوئی قصور نہیں جب دنیا ہی کے حالات ہر لحظہ بدلتے ہوں تو اہل قلم کے حالات جوں کے توں کیسے رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو ادیب آج سے پہلے باکار تھا۔ آج بے کار ہو چکا ہے یا جو آج باکار ہے وہ پہلے بے کار تھا۔ کچھ کے مشغلے بدلے اور منصب بھی، جیسے غلام مصطفےٰ تبسم آج سے پہلے گورنمنٹ کالج میں اردو پڑھاتے تھے۔ آج خود فکر معاش کا درس لے رہے ہیں۔ پطرس اب سے پہلے پاکستان کے یو۔ این۔ او میں نمائندہ تھے۔ آج وہ امریکہ کی طرف سے پاکستان کا دورہ کرنے آتے ہیں۔ ایسے تمام تغیر و تبدل کے باوجود اس قاعدہ کی ہمہ گیری اور افادیت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

یہ قاعدہ پختہ عمر کے بچوں کے لئے لکھا گیا ہے۔ اِس کے مطالعہ سے شعور بالغ ہوگا۔

محمد طفیل

عرضِ مصنّف

یہ ادبی قاعدہ ' بے ادبی معاف' لاکھ بے قاعدہ سہی مگر وقت کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے "حسب حال" ضرور ہے۔ زمانہ بدل کر کچھ کا کچھ ہو چکا ہے، مگر ہماری تعلیم کا سنگِ بنیاد یعنی ہمارا قاعدہ آج بھی وہی ہے جو ہمارے آباؤ اجداد کے زمانے میں تھا۔ حالانکہ وہ زمانہ دوسرا تھا۔ اس وقت پڑھنا زیادہ ضروری تھا اور آج پڑھنا اتنا ضروری نہیں جتنا لکھنا ضروری ہے۔ یہ بے شمار ادبی رسالے اور ان رسالوں میں لکھنے والوں کا ٹڈی دل اس بات کا ثبوت ہیں کہ ادب کا پیٹ صرف علم سے نہیں بلکہ جہل سے بھی بھرا جا سکتا ہے اور ہمارا موجودہ ادب جو آج خدا کے فضل و کرم سے اس قدر فروغ پر ہے کہ اس کے

لئے بہ نظر کنٹرول کی صورت میں پیپر کنٹرول کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ یقیناً سسک سسک کر دم توڑ دیتا اگر قید صرف یہ ہوتی کہ صرف پڑھے ہوئے لوگ لکھیں تو نہ اس قسم کے لوگ ملتے، نہ رسالوں کا پیٹ بھرتا اور نہ یہ رسالے ہمارے ادب میں چہل پہل پیدا کرتے۔ وہ تو کہیئے کہ خدا کا کرنا کچھ ایسا ہوا کہ ادیب اور شاعر بننے کے لئے صرف تلمیذ الرحمٰن ہونا کافی سمجھا گیا اور ہر خدا کے بندے کو یہ پیدائشی حق حاصل رہا کہ وہ خواہ کچھ اور بن سکے یا نہ بن سکے مگر شاعر اور ادیب تو جب چاہے بن سکتا ہے۔ نہ اس کے لئے کسی سند کی ضرورت ہے نہ کسی لائسنس کی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے فنونِ لطیفہ میں سے ہمارا ادب جس قدر لطیفہ بنا ہے اور کوئی فن اس سیلابی کیفیت میں مبتلا نہ ہوا خیر کچھ بھی ہو مگر اس کی بدولت اردو زندہ ضرور رہی خواہ درگور رہ کر زندہ رہی ہو۔

تجربہ سے ثابت یہ ہوا ہے کہ اردو کو اگر واقعی آئندہ بھی زندہ رکھنا ہے تو اسی قسم کی زبردستی کرنا پڑے گی۔ یہ تو ہونے سے رہا کہ ہم صحیح قسم کے پڑھے لکھے لوگ پیدا کرنا شروع کر دیں۔ کسی زبان اور کسی ادب میں اتنے پڑھے لکھے لوگ ممکن ہی نہیں جتنے اردو کو یا یوں کہیئے کہ اردو کے ادبی رسالوں کو درکار رہیں۔ نتیجہ یہ کہ ہم کو پڑھے نہیں بلکہ صرف لکھے ہوئے لوگوں پر قناعت کرنا پڑیگی اور یہی ہمارے ادیب، ہمارے شاعر، ہمارے ادب کے علمبردار اور ہماری زبان کے سرپرست بن کر اردو کو مار مار کر زندہ رکھیں گے یعنی اردو کو مرنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

آپ حیران نہ ہوں اور صرف "لکھے لوگ" کی ترکیب سے اتنے اجنبی بننے کی کوشش نہ کیجئے۔ یہ آپ کے ادب اور آپ کی شاعری کے محسن ہیں جو اس وقت کام آئے۔ جب آپ کی اردو، یہ بے ماں کی بچی موت کے منہ میں جا چکی تھی۔ ایک مہذب اور متمدن خاتون کے مرنے کے بعد اس کی بچی کو ایک انّا کے سپرد کردیا جاتا ہے اور یہ احتیاطیں سامنے نہیں ہوتیں کہ انا کون ہے' کیا ہے' خواہ وہ گنوار ہو۔ پست اقوام میں سے ہو۔ بدصورت اور گھناؤنی ہو مگر چونکہ اسی کا دودھ پی کر یہ بچّی زندہ رہ سکتی ہے لہذا وہ اسی کے سپرد کردی جاتی ہے۔ اردو بھی ایک ایسی ہی بچّی ہے' اس کی والدہ کا انتقال پر ملال ہو چکا ہے اور اب وہ اپنی انّا کی گود میں پل رہی ہے۔ اردو کی یہ انّا ہی "پڑھے لوگ" ہیں جو جلدی میں تھوڑا بہت پڑھ کر اب اطمینان سے بیٹھے لکھ رہے ہیں۔ اور ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں کہ تم کیا لکھ رہے ہو۔ اور کیوں لکھ رہے ہو؟

قصّہ دراصل یہ ہے کہ ہمارے یہاں "پڑھے لوگ" اول تو اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے اور جب وہ پیدا ہو جاتے ہیں اور پڑھ جاتے ہیں تو انکی بلا کو کیا غرض پڑی ہے کہ وہ اردو کی خدمت کریں اور اس اردو کی جو خود اپنے وطن میں مہاجرانہ زندگی بسر کر رہی ہے' وہ زندہ زبانوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور مادری زبان کو گھر کی

کھیتی سمجھ کر اجڑنے کیلئے چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اردو کو اپنا محسن ان ہی کو سمجھنا پڑے گا۔ جو "پڑھے لکھے" نہیں بلکہ صرف "لکھے لوگ" ہیں۔

یہ "لکھے لوگ" دراصل پیدائشی ادیب اور شاعر ہوتے ہیں اور ان کا سہارا صرف یہ مقولہ ہے کہ ادیب یا شاعر بنتا نہیں بلکہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ اس سے تو یقیناً انکار نہیں کر سکتے کہ یہ پیدا ہوئے ہیں اور چونکہ یہ پیدا ہو چکے ہیں لہذا ان کے کیلئے یہ ناممکن ہے کہ یہ ادب کی خدمت نہ کریں۔ ان میں بہت سے ایسے ہیں جو اسی خدمت کے جوش میں مکتبوں سے بھاگے ہیں۔ بہت سے وہ ہیں جو اسی ولولے سے مجبور ہو کر تعلیم کی تکمیل کا انتظار نہ کر سکے۔ اور زیادہ تعداد ان بے گناہوں کی ہے جو ایمانداری کے ساتھ ادب کی خدمت نہ کرنا چاہتے تھے بلکہ زندگی کیلئے کسی اور سہارے کی تلاش میں تھے۔ ان بے چاروں نے دفتروں کے چکر لگائے مختلف تجارتی دھندے آزمائے سعی اور سفارش کا کوئی امکان باقی نہ چھوڑا "ضرورت ہے" کے اشتہار پڑھ پڑھ کر اپنی عینکوں کے نمبر بڑھائے اور پھر جب کچھ نہ بن سکے، تو ادیب اور شاعر بننا ہی پڑا بے چاروں کو۔ یہی ان کے بس کا ایک دھندا تھا۔ جس میں وہ لگ گئے اور آپ جانتے ہیں کہ جو ایک مرتبہ شاعر یا ادیب بن گیا پھر وہ دنیا کے کسی کام کا نہیں رہتا۔ کرے تو کیا کرے؟ آپ خود ہی بتائیے کہ

اگر مشاعروں کے پلیٹ فارم اتنے مرنجاں مرنج نہ ہوتے جتنے وہ نظر آتے ہیں تو ریلوے پلیٹ فارم کے علاوہ یہ بیچارے اور کس پلیٹ فارم پر پہنچ سکتے تھے۔ اتنی آسانی سے کسی اور فن کا فنکار اس قدر نہیں اچھل سکتا جس قدر "یہ شعر بنانے والے" صناع اچھل جاتے ہیں۔ ایسی سستی شہرت اور کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ ہلدی لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے۔ یہ سچ ہے کہ بظاہر یہ مشغلہ ذریعہ معاش نہیں مگر شغل بیکاری تو ہے اور اگر قسمت ساتھ دے جائے تو روزی کو حیلہ تو چاہیئے وہ شعر و شاعری کا حیلہ بھی ہو سکتا ہے۔

ان تمام حالات کو دیکھتے ہوئے اب یہ روز بروز طے ہوتا جا رہا ہے کہ اس دور میں پڑھنا اتنا ضروری نہیں جتنا لکھنا ضروری ہے اور چونکہ کچھ نہ کچھ لکھ سکنے کے لئے اردو کی ایک آدھ کتاب پڑھنا بھی ضروری ہے لہذا ہمیں ضرورت ہے اب ایسے قاعدے اور ایسی پہلی دوسری کتاب کی جو صرف اتنا پڑھا سکے کہ طالب علم بس لکھنا شروع کر دے پھر تو اللہ مالک۔ املا وغیرہ کی غلطیاں لکھنے سے خود بخود یا تو رائج ہو جائیں گی ورنہ دور ہو جائیں گی۔ تذکیر و تانیث کے جھگڑے یوں بھی مختلف فیہ ہیں اور مستقل طور پر فساد کی جڑ اس طرح یا تو مستقلاً مختلف فیہ ہو جائیں گے ورنہ یہ اختلاف ہی ختم ہو جائے گا۔ آخر بغیر تذکیر و تانیث کے بھی اکثر زبانیں زندہ رہتی ہیں۔ مطلب تو یہ ہے کہ کسی طرح اردو زندہ رہے۔ اردو کے سلسلے میں یار باران خاں صاحب کی مثال سامنے

آرہی ہے کہ خدا نے بڑھاپے میں ایک اولاد نرینہ عطا فرمائی تو اس نے ہوش سنبھالتے ہی مرنا شروع کیا حسینوں پر، اور جب محلے والوں کی شکایتیں آنا شروع ہوئیں کہ خانصاحب آپ کے صاحبزادے بدمعاشی پر اتر آئے ہیں تو خدا کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اس باپ کو، بڑے خلوص سے کہا کہ صاحب میں تو صرف اسکی زندگی چاہتا ہوں، وہ بدمعاش ہوکر ہی جی جائے تو بہت ہے۔ اردو کے متعلق بھی اس غور و فکر کا اب زمانہ نہیں رہا کہ وہ کیا تھی اور کیا ہوگئی ہے شکر ادا کیجئے اگر وہ زندہ ہی رہ جائے۔ اور دیکھ لیجئے گا اس کو اگر زندہ رکھیں گے تو یہی "لکھے لوگ" یہی اردو کے رسائل کا پیٹ بھرنے والے، یہی مشاعروں میں اپنے تخلص لے کر شرکت کرنے والے۔ یہی خودرو ادیب اور یہی خودساختہ شاعر۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ادیب اور شاعر بنتے کیسے ہیں؟ اس تفصیل کا اجمال تو صرف یہ ہے کہ بس بن جاتے ہیں، مگر یہ اجمال شاید باعث تسکین نہ ہو سکے

شاید تری سمجھ میں رودادِ غم نہ آئے
ڈرتا ہوں آرزو کی تشریح مختصر سے

اس لئے تفصیل میں جانا ہی پڑے گا۔ سیاسی اعتبار سے نام اسی وقت اچھل سکتا ہے جب لیڈری کے درجہ تک پہنچتے پہنچتے آدمی خاصہ لنڈورا بن چکتا ہے۔ بیوی اسکی زندگی ہی میں اپنے کو بیوہ سمجھ کر صبر کر لیتی ہے۔ بچے یتیم خانے میں داخل ہو چکتے ہیں اور یہ حضرت ہر طرف سے بے نیاز ہوکر صرف سیاست کے نیاز مند باقی

رہ جاتے ہیں۔ آدھی زندگی جیل میں اور آدھی جیل کی تمنا میں بسر کر سکتے ہیں۔ اسی طرح نامور طبیب، نامور پہلوان، نامور وکیل اور ہر طرح کا نامور ہونے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا بھی پڑتا ہے۔ صرف یہ آسانی منجانب اللہ ادب اور شعر کو حاصل ہے کہ ایک غزل پڑھ کر اور مشاعرے کے سامعین کو اپنی خوش الحانی سے بیوقوف بنا کر ایک آدمی شاعر مشہور ہو سکتا ہے۔ ایک مضمون لکھ کر اور مضمون کے ساتھ ایک تصویر چھپوا کر آدمی مضمون نگار بن جاتا ہے۔ اس آسانی سے اگر کوئی فائدہ نہ اٹھائے تو یہ کفرانِ نعمت کے سوا اور کیا ہے۔

یہ ادیب اور شاعر جب رسالوں میں ادیبوں اور شاعروں کو حضرت اور مولانا لکھا ہوا دیکھتے ہیں تو خود بھی حضرت اور مولانا بننے کو جی چاہتا ہے۔ یہ ادیب اور شاعر جب مشاعروں میں دیکھتے ہیں کہ ایک اجنبی سا آدمی اسٹیج پر گیا اور داد کے خزانے لوٹ لایا تو ان کو بھی ایک تخلص کی جستجو ہوتی ہے اور اگلے مشاعرے میں وہ بھی ایک تخلص لے کر شرکت کرتے ہیں اور داد پا کر ان کو احساس ہوتا ہے کہ ہم خواہ مخواہ اب تک گمنامی میں پڑے رہے۔ ان ادیبوں اور شاعروں کو ادیب اور شاعر بننے کا شوق ان ادیبوں اور شاعروں کی شہرت سے کچھ اور بھی زیادہ ہوتا ہے جو بے شمار پاپڑ بیل کر اس شہرت کے مستحق ہوئے ہیں چنانچہ وہ ان کے چربے اتارتے ہیں۔ ان کے نقوشِ قدم ڈھونڈھتے ہیں اور ان ہی کے راستوں سے ان تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اِسی قسم کے چند مشہور ادیب اور شاعر اس قاعدے میں جمع کر دیئے گئے ہیں، تاکہ ان کے متعلق تازہ واردان بساطِ ادب و شعر کو ابتدائی معلومات حاصل ہو جائیں۔ یہ تازہ وارد الف سے انڈا نہیں چاہتے، وہ تو امتیاز علی تاج کی طرح انار کلی کے مصنف کی حیثیت سے مشہور ہونا چاہتے ہیں لہٰذا ان کو الف سے امتیاز علی تاج ہی کیوں نہ پڑھایا جائے تاکہ صرف یہ قاعدہ پڑھ کر وہ براہِ راست امتیاز علی تاج بننے کی کوشش شروع کر دیں۔ یعنی امتیاز علی تاج اپنی کوشش سے امتیاز علی تاج بنے ہیں تو وہ بغیر کسی کوشش کے امتیاز علی تاج بن جائیں۔

یہ قاعدہ جس قدر بے قاعدہ ہے اسی قدر براہِ راست ہے تعلیم کا مقصد جب تعلیم تھا وہ دور گذر چکا۔ اب تعلیم کا مقصد وہ ہے جو اس قاعدے سے حاصل ہو گا۔ اس قاعدے میں جن ادیبوں اور شاعروں کا ذکر ہے ان کی شہرت کو رشک سے دیکھنے والے بھی تو چاہتے ہیں کہ وہ خود بھی ان ہی جیسے بن جائیں۔ چنانچہ ابتدا ہی میں ان سے تعارف کرا دینا ضروری سمجھا گیا۔

اس قاعدے کو محکمۂ تعلیم منظور کرے یا نہ کرے مگر یہ قاعدہ منظورِ نظر ضرور بن کر رہے گا۔ اس لئے کہ یہ بڑی مقصدی چیز ہے۔ محکمۂ تعلیم کا مقصد تو کلرک سازی ہے یہ قاعدہ اردو کے محافظ، اردو کے مسیحا اور اردو کے وہ محسن پیدا کریگا جو اردو کو اگر مار بھی ڈالیں تو بھی ادب اردو کو زندہ رکھیں گے، انشاء اللہ۔

شوکت تھانوی

۱

امتیاز علی تاج

الف

امتیاز علی تاج

دیکھو بچو! یہ امتیاز علی تاج ہیں۔

امتیاز علی ان کا نام ہے اور تاج تخلص۔ مگر شعر نہیں کہتے تاکہ تخلص خرچ نہ ہو جائے اور تخلص اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ دنیا کا کیا بھروسہ جانے کب شعر کہنا پڑ جائے۔

پہلے یہ ڈرامے پڑھتے تھے۔ پھر ڈرامے لکھنے لگے۔ جب لاہور میں ریڈیو اسٹیشن ہوا تو ڈرامے سنانے لگے اور خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ لاہور میں فلم کمپنیاں بھی اگنے لگیں تو تاج صاحب ڈرامے دکھانے بھی لگے۔ اب ڈرامے کھلانا اور ڈرامے پلانا باقی رہ گیا ہے مگر لاہور بھی ترقی کر رہا ہے اور سائنس بھی وہ دن بھی آ ہی جائیں گے۔

امتیاز علی تاج کو اپنے ابا جان سے پوچھو۔ ممکن ہے وہ کبھی بچہ رہے

بچوں اور امتیاز علی تاج کا اخبار" پھول پڑھا ہو۔ بچوں کا یہ اخبار پڑھ پڑھ کر بہت سے بچے والدین بن چکے ہیں۔ اور امتیاز علی تاج کو جانتے ہیں۔ تم کو بھی والدین بننا ہے۔ اس لئے تم بھی ان کو یاد رکھو۔

۱۔ امتیاز علی تاج

ب

بشیر احمد (میاں)

بچو! بشیر احمد اپنے کو میاں بشیر احمد کہتے ہیں۔ اور واقعی بڑے میاں لوگ ہیں۔ میاں بشیر احمد، بیوی بشیر احمد اور بچے بشیر احمد سب ہنسی خوشی زندگی بسر کرتے ہیں۔

یہ وہی میاں بشیر احمد ہیں جن کا رسالہ "ہمایوں" تمہارے ابا جان کے پاس آیا کرتا تھا اور جس کا وی، پی تمہاری امی جان نے واپس کر دیا تھا۔ جب تمہارے ابا جان نے وی، پی وصول نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو تمہاری امی جان نے کہا کہ بچوں کو یہ شعر زبانی یاد ہو چکا ہے ؎

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اس لئے اب رسالے کی ضرورت نہیں رہی۔

بچو! یہ شعر میاں بشیر احمد کے ابا جان کا ہے جن کا تخلص بھی وہی تھا

جو اس رسالہ کا تخلص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ شعر میاں بشیر احمد کو اپنے اشعار کا ابا جان معلوم ہوتا ہے۔ تم بھی اپنے ابا جان سے شعر کہلوایا کرو تاکہ تمہارے شعر یتیم خانے میں داخل نہ ہوں۔

بچو! یہ میاں بشیر احمد بیرسٹر ہیں۔ مگر پہلے ایڈیٹری کرتے تھے پھر سفیر بن کر ترکی چلے گئے تھے۔ بڑے آدمی ہیں، مگر چھوٹے نظر آتے ہیں بچوں کی طرح ہنستے ہیں اور بغیر ہنسے بات نہیں کر سکتے۔ جب کبھی تم کو ان کے صاف و شفاف دانت نظر آجائیں سمجھ لینا کہ ہنس رہے ہیں۔ ایسے ہنس مکھ بزرگ کو بھلا نا نہیں ہمیشہ یاد رکھنا۔

ب۔ بشیر احمد (میاں)

پطرس بخاری

پطرس
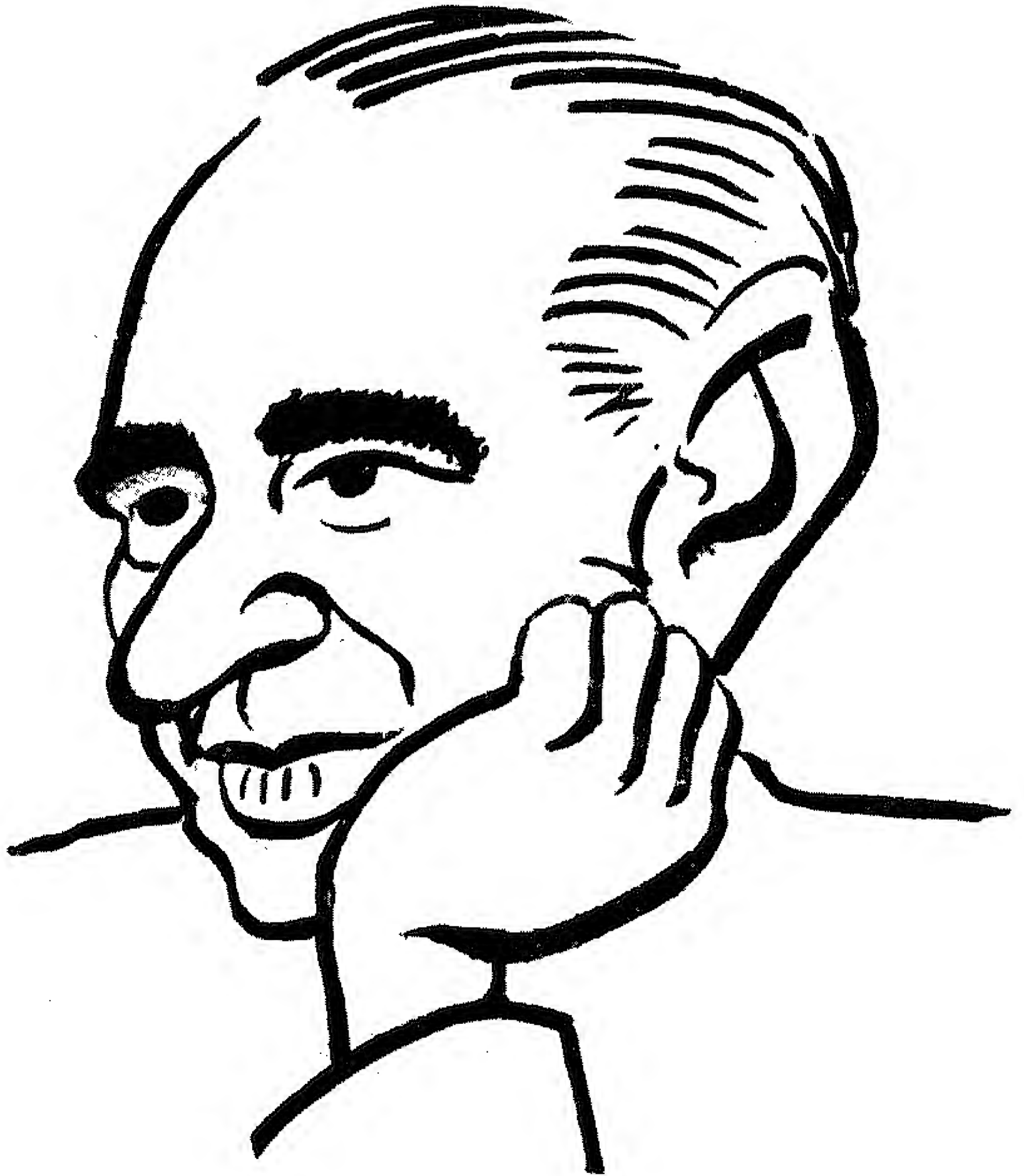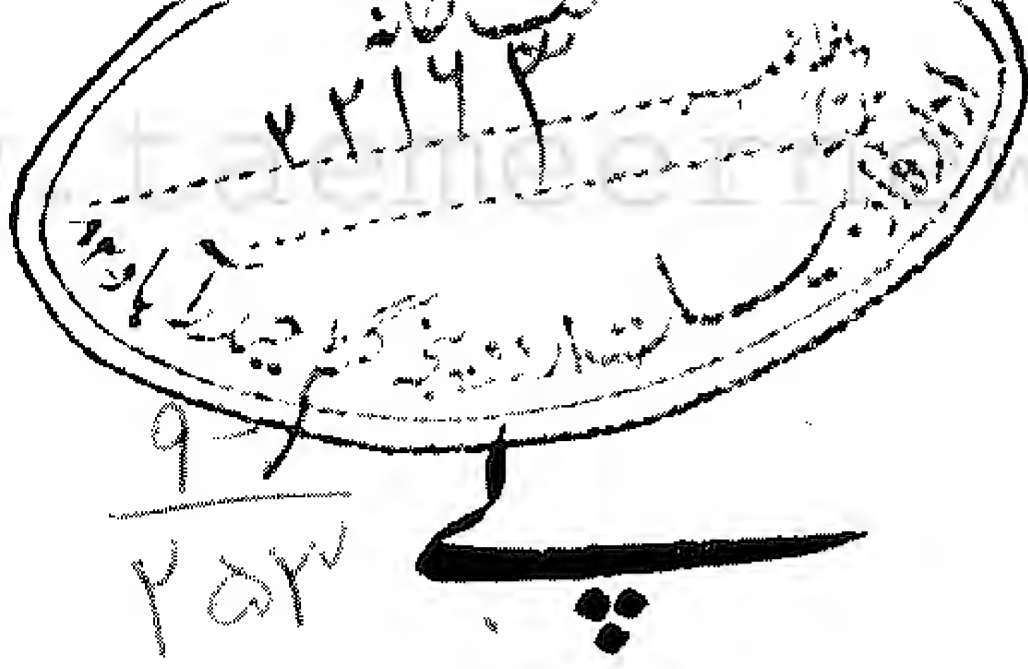
بچّو! یہی ہیں پطرس۔

ان کا نام سید احمد شاہ بخاری ہے۔ پطرس کے نام سے وہ اردو میں مضمون لکھا کرتے تھے۔ جن کو پڑھ پڑھ کر تمہارے ابّا جان اکیلے میں ہنسا کرتے تھے اور تمہاری امّی جان رو رو کر دعایں مانگا کرتی تھیں کہ خدا تمہارے ابّا جان کے دماغ کو ٹھکانے کرے۔ مگر جب تمہارے ابّا جان نے وہ مضمون تمہاری امّی جان کو سنائے تو وہ بھی اپنا دماغ ٹھکانے نہ رکھ سکیں۔

بچّو! یہ زندہ اردو کے سب سے بڑے مزاح نگار ہیں۔ مگر مزاح نگاری نہیں کرتے تاکہ لوگ ترسیں اور اردو زبان خدانخواستہ اتنی ترقی نہ کر جائے کہ انگریزی زبان بھی منہ دیکھتی رہ جائے جس کے وہ مانے ہوئے ادیب ہیں۔ وہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں سے پانی بھرواتے ہیں۔

"پانی بھروانا" ایک محاورہ ہے۔ مگر ڈرو نہیں یہ امتحان میں نہ آئے گا۔

اس لیے کہ تمہارے ممتحن کو خود ان کا مطلب معلوم نہیں۔

بچو! پطرس کے مضامین بڑے ہو کر پڑھنا اور کوشش کرنا کہ ان مضامین کو پڑھ کر تمہیں اپنی زبان اردو پر پیار بھی آئے گا اور فخر بھی ہو گا۔ مگر پطرس پر غصہ آئے گا کہ اتنا کم کیوں لکھا۔ مگر بچو! وہ بیچارے مجبور تھے۔ پہلے وہ طالبعلموں کو پڑھاتے رہے تاکہ وہ جاہل نہ رہیں۔ اگر تمہارے ابا جان ان کے کالج میں نہ پڑھتے تو آج تم بھی ان کے ساتھ آلو چھولے کا کاروبار کرنے پر مجبور ہوتے۔

بچو! آج کل پطرس لیک سکسس میں رہتے ہیں۔ جہاں اقوام متحدہ نے کشمیر کا اچار ڈالا ہے۔ اقوام متحدہ کے اس مذاق کو سمجھنے کے لئے پاکستان کا سب سے بڑا مزاح نگار وہاں بھیجا گیا ہے اور جو کچھ خدا دکھا رہا ہے دیکھ رہا ہے۔ ہم ان باتوں میں نہ پڑو، تم صرف یاد رکھو۔

ب - پطرس

ت
تبسم (صوفی)

ت

تبسّم

بچّو! بتاؤ یہ کون ہیں ؟

یہ تبسّم ہیں جن کو سب صوفی غلام مصطفےٰ تبسّم کہتے ہیں۔ بچّو! تبسّم مسکراہٹ کو کہتے ہیں۔ یہ ہمیشہ مسکراتے رہتے ہیں اور جب نہیں مسکراتے تو ان کو دیکھنے والے مسکرا دیتے ہیں۔ بچّو! چونکہ یہ تبسّم ہیں لہٰذا کبھی قہقہہ نہیں لگاتے۔ زور کی ہنسی آجائے تو ہاتھ کے جھٹکوں سے تھرمامیٹر کا پارہ اتارنے کے انداز سے قہقہہ بلند نہیں کرتے بلکہ قہقہہ کا مفہوم پورا کر دیتے ہیں یا قہقہے کو جھٹک دیتے ہیں کہ مجھ تبسّم کے پاس کیوں آیا۔

بچّو! یہ کالج میں پروفیسر ہیں اور طالب علموں سے سر کھپانے کے بعد بھی اتنا دماغ اپنے لئے بچا لیتے ہیں کہ اکٹھی تین زبانوں کے شاعر ہیں۔ اردو، فارسی اور پنجابی تینوں زبانوں میں بہت عمدہ شعر کہتے ہیں اور تین زبانوں کا شاعر ہونے کے باوجود بہت اچھے آدمی ہیں۔ زندگی بھر صرف ایک شوق

رہا دوست بنانا اور پھر ان سے دوستی نبھانا۔ اگر کوئی ان کا بھی دشمن ہے تو اس کا کوئی دوست نہیں ہو سکتا۔

شاعری میں حقّے سے مشورہ فرماتے ہیں حقّہ نہ ملے تو تیمم بھی جائز سمجھتے ہیں۔ پان کے بھی شوقین ہیں اور چند باسلیقہ پان کھانے والوں میں سے ایک ہیں۔

بیجو! تبسم صاحب بیٹھے بیٹھے کھو جایا کرتے ہیں۔ جاگتے جاگتے سو جایا کرتے ہیں مگر اس سے کچھ اور نہ سمجھنا یہ صرف محویت ہوتی ہے۔ آخر بیچارے کیا کریں ایک انار اور سو بیمار والا مضمون ہے۔ تین زبانوں کی شاعری ان کی بیمار، کالج کے طالب علم ان کے بیمار، ہوسٹل کے رہنے والے ان کے بیمار، ہاکی، فٹ بال اور کرکٹ کھیلنے والے ان کے بیمار، پیراکی سیکھنے والے ان کے بیمار، پبلشر ان کے بیمار، ریڈیو ان کا بیمار اور یہ خود سب کو خوش رکھنے کی بیماری میں مبتلا اور اسی میں گم۔

بیجو! ایسے مرنجاں مرنج لوگ پیدا ہونا بند ہو گئے۔ اس لئے اس آخری مرنجاں مرنج انسان کو یاد رکھنا۔

ف۔ تبسم

ثناء اللہ (میراجی)

بچو! یہ ثناء اللہ بن کر پیدا ہوئے اور میراجی بن کر مرے۔ اب ان کو مرنے کے بعد زندہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور جب یہ زندہ تھے تو ان کے دوست ان کے مرنے کی دعائیں مانگا کرتے تھے اس لئے کہ ہمارے دیس میں کوئی شخص بغیر مرے قابل قدر نہیں بن سکتا۔ آج کل یوم میراجی منایا جاتا ہے۔ اور جب میراجی ایک خیراتی اسپتال میں مر رہے تھے اس وقت ان کے حلق میں پانی ٹپکانے والا کوئی نہ تھا۔ اب ان کے قدردان سبھی ہیں۔ اگر وہ زندہ ہو جائیں تو یہی سب ان کو پھر مار ڈالیں گے اس لئے کہ ان کے بہی خواہ تھے۔

بچو! یہ اپنے وقت کے اتنے ذہین آدمی تھے کہ ذہانت کو بعض لوگ جنون تک سمجھنے لگے تھے۔ بعض لوگ اس سمجھ کو ناسمجھی سمجھتے تھے اور بعض سمجھداری مگر خود میراجی بذات خود اسی مغالطے کا دوسرا نام تھے۔ یہ بہت بڑے دستکار رنگین واقع ہوئے تھے جوانیوں کو لوٹنے کا شوق لے کر چلے تھے اور جوانی لٹا کر بیٹھ رہے

بچو! ان کے ہاتھ میں تین لوہے کے گولے دیکھ لو مگر یہ نہ پوچھنا کہ یہ کیا ہے۔ وہ خود بھی ان گولوں کو اس طرح لئے پھرتے تھے کہ ع

کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو بتلائے نہ بنے

ان کے گلے کی موٹی موٹی مالائیں اور ان کے لمبے لمبے بال ان کو رشی ظاہر کرتے تھے جو لوگ ان کو دیکھ چکے ہیں وہ اگر آج بھی ان کا تصور کرتے ہیں تو سارے جسم میں چیونٹیاں سی رینگنے لگتی ہیں اور وہ ذہن میں ایک کھنکھجورا بن کر کلبلانے لگتے ہیں۔ لہٰذا بچو! ان کا تصور اپنے ذہن میں نہ لاؤ۔ صرف ان کا کلام پڑھو۔ اگر یہ کلام سمجھ میں آجائے تو دماغ کا علاج کراؤ اور اگر نہ سمجھ سکو تو اس دماغ کی قدر کرو یہ ضرور کسی دن تمہارے کام آئے گا۔

مگر بچو! بحیثیت مجموعی میراجی کو تمہارا ادب اور تمہارا خلوص بھلا نہیں سکتا۔ وہ زندگی بھر لوگوں کو اپنے سے نفرت پیدا کرا تے رہے مگر جب وہ مر گئے تو ان سے نفرت کرنے والوں نے ان کی محبت میں مرنا شروع کر دیا۔ یہی تھا اس جادوگر کا جادو اور اس رشی کا سراپ۔

بچو! تم اس ادیب اس شاعر اس آدمی کو سمجھنے کی کوشش کرو جو ہماری سمجھ میں نہیں آیا ہے۔

ش ۔ ثناء اللہ (میراجی)
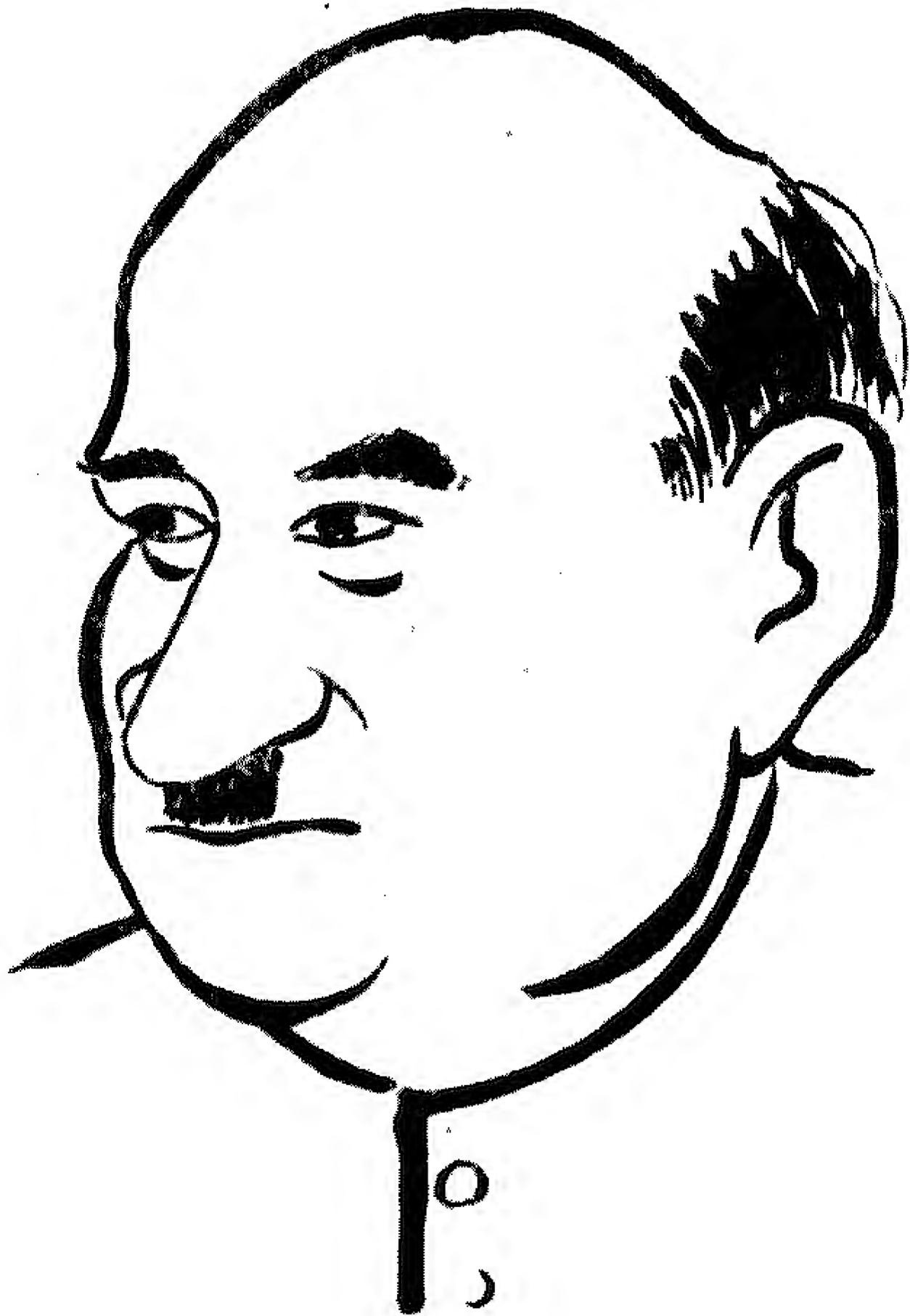
جوش ملیح آبادی

جیم

جوش ملیح آبادی

دیکھو بچو! یہ جوش ملیح آبادی ہیں جو اپنی زندگی ہی میں اتنے بڑے شاعر بن گئے ہیں اور بن ہی نہیں گئے ہیں بلکہ مان بھی لئے گئے ہیں۔ شاعر تو جو کوئی بنتا ہے وہ اپنے نزدیک بڑا ہی بنتا ہے۔ مگر ہم کسی شاعر کو اس وقت تک بڑا نہیں مانتے جب تک اُسے مار نہ لیں۔

بچو! یاد رکھو کہ ہم اپنے فنکاروں کو پہلے مار ڈالتے ہیں پھر ان کو پوجتے ہیں اور ان کی بڑائی ان کے جیتے جی تسلیم نہیں کرتے۔ مگر جوش ملیح آبادی کو ان کی زندگی ہی میں ہم نے بڑا شاعر مان لیا ہے۔ لہذا اب ان کو مرنے کی ضرورت نہیں۔ آؤ دعا کریں کہ وہ زندہ رہیں۔

بچو! ملیح آباد کے اس پٹھان اور ہندو پاکستان کے اس شاعر کی شاعری کے تیور بھی پٹھانوں جیسے ہیں۔ یہ پٹھان شاعر خدا سے بھی اکڑتا ہے۔ اسی لئے اب قضا و قدر نے احتیاط شروع کردی ہے کہ اگر کسی کو پٹھان بنا دیا ہے تو اُسے

شاعر نہ بنایا جائے۔

بچو! جوش ملیح آبادی وہ پرانے شاعر ہیں جن کو نیا بھی سمجھا جاتا ہے، ان کی شاعری میں بھوک کا اور ان کی زندگی میں پیاس کا اظہار نمایاں ہے ہندوستان کی جنگِ آزادی میں جوش نے بھی بڑا جرأت مندانہ حصّہ لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز حکومت ان کو خان بہادر نہ بنا سکی۔ اور اب بھارت سرکار نے ہمارے اچھے خاصے شاعر کو پدم بھوشن بنا کر رکھ دیا ہے۔ تم پدم بھوشن پر غور نہ کرو یہ سمجھ میں آنے والی چیز نہیں۔ صرف یاد کرو۔

ج ۔ جوشؔ ملیح آبادی

چ
چغتائی (عبدالرحمٰن)

چ
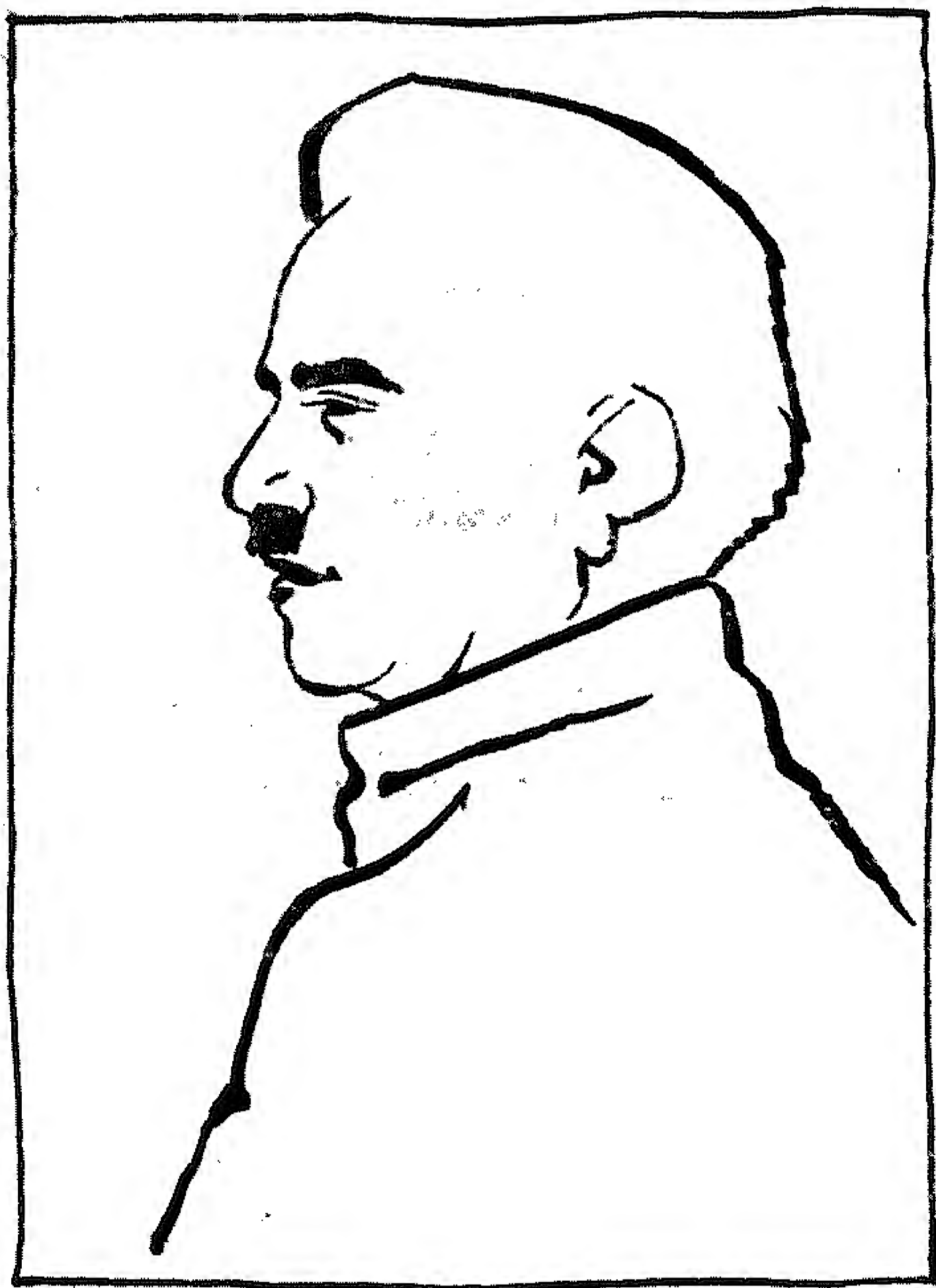
چغتائی (عبدالرحمٰن)

دیکھو بچو! یہ چغتائی ہیں۔

ان کا پورا نام ہے عبدالرحمٰن چغتائی۔

بچو! یہ "مصاعر" ہیں۔ "مصاعر" کے معنی نہ اپنے استاد سے پوچھنا نہ اپنے ابّا جان سے۔ ورنہ سب جاہل ثابت ہوں گے۔ "مصاعر" اس مصور کو کہتے ہیں جو اپنی تصویروں کے ذریعہ شاعری کرے۔ بچو! یہ چغتائی اپنی تصویروں کے ذریعے شاعری کرتے ہیں۔ ان کا شعر الفاظ میں نہیں خطوط میں ادا ہوتا ہے اور وہ بھی عام فہم شعر نہیں' غالب کا شعر۔

بچو! ان چغتائی صاحب نے مرقع چغتائی کے نام سے غالب کا کلام تصویروں میں چھاپا ہے اور جب سے غالب کا کلام ان تصویروں میں چھپا ہے اور بھی مشکل ہو گیا ہے۔ غالب کے کلام کی تو لوگوں نے شرح لکھ دی تھی مگر ان تصویروں کی شرح کون لکھے۔

بچو! خدا کا شکر ادا کرو کہ اتنا بڑا مصور تمہارے ملک میں اس نے پیدا کیا

رب کا شکر ادا کر بھائی!

جس نے بنایا ہے چغتائی!

مگر اس سے زیادہ شکر اس بات کا ادا کرو کہ چغتائی خدا نہ بن سکے، ورنہ ہم تم سب اسی شکل و صورت کے ہوتے جیسی چغتائی کی تصویریں ہوتی ہیں۔ یہ دنیا تو بہت رنگین ہوتی مگر ہم تم سب ایسے ہوتے کہ گدی تک ہماری ٹانگیں ہوتیں ٹخنوں تک ہاتھ ہوتے اور ہاتھ سے کچھ چھوٹی انگلیاں۔ اور انگلیوں سے کچھ ہی چھوٹے ناخن۔ آنکھوں کی جگہ ایک شگاف نظر آتا البتہ ناک ایسی ضرور ہوتی جس سے ہم ایک دوسرے کو سونگھ سکتے۔

بچو! ان چغتائی صاحب کی تصویریں جس قدر پرکار ہوتی ہیں یہ خود اسی قدر سادہ ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی اتنی موٹی موٹی انگلیوں میں یہ خطوط بنانے کی لچک کیسے آجاتی ہے۔

بچو! تم چغتائی کی تصویریں دیکھو اور یاد رکھو۔

چ۔ چغتائی (عبدالرحمٰن)

ح

حفیظ ہوشیارپوری

ح

حفیظ ہوشیارپوری

بچّو! یہ حفیظ ہیں۔ جالندھری نہیں۔ ہوشیارپوری
حفیظ جالندھری کا سبق تعلیم بالغاں والے قاعدہ میں آئے گا ــــ تم
حفیظ ہوشیارپوری کا سبق پڑھو۔

بچّو! یہ وہی حفیظ ہیں جن کی غزلیں تمہارے ابّا جان بہت بہت جھوم جھوم کر پڑھا کرتے ہیں اور جن کے متعلق ایک دن وہ اپنے دوست سے کہہ رہے تھے کہ کون کہتا ہے کہ اردو غزل گوئی مرگئی۔

بچّو! یہ حفیظ ہوشیارپوری اردو کی زندہ شاعری کے بہت بڑے غزل گو شاعر ہیں اور یہ ان چند شاعروں میں سے ایک ہیں جو مشاعروں میں گا کر غزل نہیں پڑھتے پھر بھی سننے والے مذاق نہیں اُڑاتے بلکہ عزت اور قدر سے ان کا کلام سنتے ہیں اور رسالوں میں ان کا کلام ڈھونڈھتے ہیں۔

تمہارے ابّا جان نے ٹھیک کہا تھا کہ اردو غزل مری نہیں، اس لئے کہ اوّل

توحفیظ کی غزلوں میں زندگی اور تازگی ہے ۔ دوسرے اگر غزل مرجاتی تو حفیظ تاریخ وفات نظم کر چکے ہوتے ۔

بچو! حفیظ ہوشیارپوری کو تاریخ نکالنے میں بڑا ملکہ ہے وہ بات بات پر برجستہ تاریخ نکال دیتے ہیں اور ایسی کہ واقعی الہام معلوم ہو ۔

ایسا اچھا غزل گو، ایسا اچھا تاریخ نکالنے والا شاعر کیسے بن گیا ؟ یہ بات نہ ہم سمجھے ہیں نہ تم سمجھنے کی کوشش کرو ۔ حفیظ کا کلام پڑھو اور دعا کرو کہ وہ تمہاری تاریخ نہ نکال دیں ۔ ان کو یاد رکھو ۔ اگر بھولے تو وہ ضرور تمہاری تاریخ نکال دیں گے ۔

ح ۔ حفیظ ہوشیارپوری

خ
خدیجہ مستور

خ

خدیجہ مستور

بچو! ان کو دیکھو۔ یہ خدیجہ مستور ہیں۔

پہلے ان کی صحت کے لئے دعا کرو۔ بچوں کی دعا خدا جلد سنتا ہے۔

بچو! یہ وہی خدیجہ مستور ہیں جن کی کہانیاں تمہارے ابا جان اس وقت بھی پڑھتے ہیں جب چائے میں مکھی پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ان کے افسانے تمہاری اماں جان اس وقت بھی پڑھتی ہیں جب چولھے پہ چڑھی ہوئی ہانڈی جل رہی ہوتی ہے۔

بچو! ان کی کہانیوں میں نہ افیون ہوتی ہے۔ نہ تمہارے ابا جان خدانخواستہ افیون کے رسیا ہیں، مگر لطف اتنا ہوتا ہے کہ شروع کرنے کے بعد جب تک ختم نہ ہو باقی سب کچھ ختم کرنا پڑتا ہے۔

یہ کہانیاں اسی زبان میں لکھتی ہیں جس زبان میں ہمارے تمہارے گھروں میں آئے دن کہانیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ مگر لکھی نہیں جاتیں۔ ان کی گھریلو زبان

میں چونکہ ادب ہے لہذا ادبی زبان میں گھریلو پن پایا جاتا ہے۔

بچو! تم بھی کہانی لکھنا سیکھو۔ مگر خبردار خدیجہ مستور کی نقل نہ اتارنا۔ خدیجہ مستور نے کسی کی نقل نہیں اتاری۔ اپنے لئے خود ایک راستہ نکالا ہے۔ اپنا انداز خود ڈھالا ہے، اپنا اسلوب خود پیدا کیا ہے۔ ان کا اسلوب ان کی سگی بہن ہاجرہ مسرور کے اسلوب کا سگا بھائی معلوم ہوتا ہے اور بس۔

بچو! ہاجرہ مسرور کا ذکر بعد میں پڑھنا فی الحال خدیجہ مستور کی تصویر دیکھو کہ ان دھان پان خاتون نے کیسی بھاری بھرکم کہانیاں لکھی ہیں۔ اور پھر یاد رکھو۔

خ۔ خدیجہ مستور

دال

دل محمد (خواجہ)

بچو! دل محمد روڈ کو تو جانتے ہو نا۔ یہ وہی خواجہ دل محمد ہیں۔ روڈ ان کا تخلص نہ سمجھ لینا۔ یہ تو ان کے نام کی سڑک ہے۔

بچو! ان دل محمد صاحب کو ضرور یاد رکھو اس لئے کہ یہ ریاضی کے ماہر بھی ہیں اور شاعر بھی۔ بچپن میں جو طالبعلم ان کی حساب کی کتابیں پڑھتے ہیں جوان ہو کر ان ہی کو ان کا کلام علی الحساب سننا پڑتا ہے۔

یہ بڑے کہنہ مشق شاعر ہیں۔ جب تمہارے ابا جان جیومیٹری پڑھا کرتے تھے اس وقت تمہارے دادا جان مرحوم ان کا کلام مشاعروں میں سنا کرتے تھے۔

بچو! دعا کرو جب تمہارے پوتے ان کی جیومیٹری پڑھیں اس وقت تم ان کا کلام مشاعروں میں سنو۔

بچو! خواجہ دل محمد کے کلام سے اس طرح بیگانہ وار نہ گذرو۔ جس طرح لوگ دل محمد روڈ سے گذر جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی بنائی ہوئی متعدد راہیں

تمہارے سامنے ہیں۔ ایک وہ جوان کی شاعری نے بنائی۔ دوسری وہ جوان کی ریاضی نے سمجھائی۔ اور تیسری دل محمد روڈ۔ لہٰذا ان کو یاد رکھو۔

ک۔ دل محمد خواجہ

ذ

ذوالفقار بخاری

ذال

ذوالفقار بخاری

بچّو! ان کو جانتے ہو؟ یہ ہیں سید ذوالفقار علی بخاری۔ لوگ انہیں چھوٹے بخاری کہتے ہیں۔ اس لئے کہ بڑے بخاری ان کے بڑے بھائی سید احمد شاہ بخاری ہیں جو پطرس کے نام سے بھی مشہور ہیں۔

بچّو! تم ان بخاری صاحب کو کسی نہ کسی رنگ میں جانتے ضرور ہو گے۔ بمبئی کے بمبے خاں یا کراچی کے جمعہ خاں جمعہ، یا ریڈیو پاکستان کے ڈائرکٹر جنرل بخاری۔ اگر اب بھی نہ پہچانے ہو تو استاد سے پوچھو۔ استاد کو معلوم نہ ہو تو استاد بدل دو ورنہ جاہل رہ جاؤ گے۔

بچّو! یہ بخاری صاحب ان چند ذہینوں میں سے ایک ہیں جن کو ہرفن مولا کہا جا سکتا ہے۔ ذہین آدمی کی ہر بات میں اپج ہوتی ہے اور بخاری اپنی ہر اپج سے مقدم اپنی انفرادیت کو سمجھتے ہیں۔ وہ براڈ کاسٹر ہیں اور ایسے کہ مائیکرو فون کو دیکھ کر ان کی حالت اس پہلوان کی سی ہو جاتی ہے جو اکھاڑے کی مٹی سے

پھولنا شروع کرتا ہے۔ وہ اداکار ہیں اور ایسے کہ ہمارا اسٹیج زندہ ہو سکتا ہے۔ اگر اس قسم کے فنکار اسٹیج پر آجائیں۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن کی سی کیفیت رکھتے ہیں وہ ایک چلتی پھرتی دنیا ہیں۔ ایک طوفانی دنیا سعی وعمل کا ایک نہ تھکنے والا حشر مجسم۔

بچّو! تم ان کو مشاعرے میں دیکھو تو صرف ان ہی کا شعر تم کو یاد رہ جائے ریڈیو پر ان کا پارٹ سنو تو اسی پارٹ کی نقل کرو۔ ان کے لطیفے سنو تو ان کو اپنا بہترین دوست بنانے کی تمنا کرو۔

بچّو! بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بخاری بنتے بہت ہیں، مگر بن وہی سکتا ہے جس کو بگڑنا نہ آتا ہو۔ جو کچھ نہیں بن سکتے وہ یہی کہتے ہیں کہ بخاری بنتے ہیں یہ بات تم نہ کہنا اس لئے کہ تم اچھے بچّے ہو۔ اچھے بچّے حاسد نہیں محسود ہوتے ہیں بچّو! تم بخاری بننے کی کوشش کرو اور یاد رکھو۔

ذ۔ ذوالفقار بخاری

ر

رشید صدیقی

یہ اردو کے بہت بڑے طنز نگار اور طنز نگاری پر خود ایک بہت بڑا طنز۔ اپنی تکالیف کا قدرت سے صرف یہی انتقام لے سکتے ہیں کہ زندگی سراپا کرب بن کر رہ گئی ہے تو یہ اس کرب سے بھی انبساط نچوڑ کر فاتحانہ ہنسی ہنستے ہیں اور دنیا کو ہنساتے ہیں۔ کس کو یقین آسکتا ہے کہ جس کا ادب روح میں ایک سدا بہار شگفتگی پیدا کر دیتا ہے وہ خود ایک قد آدم زخم بن کر رہ گیا ہے۔ زندہ دلی تو در کنار زندگی ہی کے لالے ہمیشہ پڑے رہے مگر اس مریض کا صحت مند ادب اپنی شگفتگی کے اس معیار سے کبھی نیچے نہ آسکا جو اس مریض کی بھولی بسری صحت نے کبھی قائم کیا تھا۔

درد کی ٹیس پر مسکرا کر دوسروں کو ہنسانے والا کس دل گردے کا انسان ہو سکتا ہے، اب اس کا اندازہ کرنا ہو تو رشید احمد صدیقی کا ادب خواہ نہ پڑھو خود رشید احمد صدیقی کو ضرور پڑھ لو اور ان کی صحت کے لئے دعا کرو۔

بچّو! ہم کو ہنسانے والے خدا کی رحمت ہیں۔ لہٰذا خدا سے کہو کہ ان پر بھی رحمت نازل کرے۔

بچّو! یاد رکھو۔

د۔ رشید احمد صدیقی

ز

زہرہ نگاہ

ابھی کچھ دن پہلے یہ خود بچی تھیں بلکہ اب بھی بچپن ان کے آس پاس ہی نظر آتا ہے۔

بچو! یہ وہی زہرہ نگاہ ہیں جن کا کلام ایک مشاعرے میں تمہاری اماں جان نے سن کر خود بھی شعر کہنے کی کوشش کی تھی۔ مگر تمہارے ابا جان ان کا کلام سن کر ہنس دیئے تھے اور پھر ان کو سنجیدگی سے منع کیا تھا کہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔ اور ترنم کی کوشش تو ہرگز نہ کرنا ایسا ترنم نحس ہوتا ہے۔

بچو! زہرہ نگاہ پہلا ہی مشاعرہ پڑھ کر مشہور ہو گئیں۔ ان کا کلام بہت اچھا ہوتا ہے، مگر کلام سے زیادہ ان کی آواز اچھی ہے۔ وہ اگر تمہاری امی جان کی ناموزوں غزل بھی اپنی آواز میں سنا دیں تو مشاعرہ لوٹ لائیں۔

بچو! مشاعرہ لوٹنا مشکل بات نہیں اس لئے کہ مشاعروں میں داد دینے والے سب کے سب سمجھدار نہیں ہوتے۔ اگر سب سمجھدار ہو جائیں تو خوش گوئی اور

خوش گلوئی میں امتیاز ہونے لگے۔

مگر بچو! زہرہ نگاہ صرف خوش گلو نہیں۔ خوش گو بھی ہیں۔ ان کے کلام میں ابھی بچپن ہے مگر بچے کے پیر پالنے میں نظر آجاتے ہیں۔ ان کا مستقبل بہت شاندار ہے مگر جب وہ پختہ کہنے لگیں گی تو سننے والے اس فیاضی سے داد نہ دیں گے۔

بچو! زہرہ نگاہ ایک شریف خاندان کی بیٹی ہیں اور شرافت ان کے خاندان سے برستی ہے۔ یہی شرافت، معصومیت اور سادگی تم اپنے میں بھی پیدا کرو۔ اور یاد رکھو۔

ز۔ زہرہ نگاہ

س

سعادت حسن منٹو

سعادت حسن منٹو

بچّو! ان کو دیکھو۔ یہ منٹو ہیں۔ منٹو پارک والے منٹو نہیں۔ سعادت حسن منٹو۔ افسانہ نگار منٹو، وہ منٹو جو مقدمہ چلوانے کے لئے افسانے لکھتے ہیں۔ افسانہ رسالے میں جاتا ہے اور یہ خود عدالت میں۔

بچّو! یہ اپنے وقت کے سب سے بڑے افسانہ نگار مانے جاتے ہیں ان کے آرٹ نے ان کو عروج پر پہنچایا ہے مگر وہ خود اپنے عروج سے گھبرا کر بار بار پستی کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا فن ان کو زندہ جاوید بنا چکا ہے مگر وہ خودکشی کی کوشش میں دن رات مصروف نظر آتے ہیں۔

بچّو! ان منٹو کے دوست ان کو صبر کر چکے مگر ان کو اپنے دشمن دوست نظر آنے لگے ہیں۔ اس الٹی سمجھ کے علاج کے لئے دماغی اسپتال میں بھی رہ چکے ہیں مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔

بچّو! اپنے ننھے ننھے ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے دعا کرو۔

بچو! یہ بہت اچھے آدمی تھے۔ اور اب بھی بہت اچھے آدمی ہیں۔ مگر ایک دن ایک بوتل سے انڈیل کر نہ جانے کیا پی گئے کہ پھر نہ سنبھلے۔ سنا ہے کہ آجکل وہی بوتل خود ان کو پی رہی ہے۔ اس بوتل کی موت کو وہ اپنی زندگی بنائے ہوئے ہیں۔ خدا ان پر رحم کرے۔

بچو! خبردار اس قسم کی بوتل کے پاس نہ جانا۔ ورنہ منٹو بن جاؤ گے۔ افسانہ نگار منٹو نہیں بلکہ اپنی زندگی پر بار منٹو۔

آؤ بچو! ہم سب مل کر ایک مرتبہ پھر خدا سے دعا کریں کہ وہ ہمارے افسانہ نگار منٹو کو پتلے منہ کی اس بوتل سے نکال دے جس میں وہ پھنس گیا ہے۔

بچو! منٹو کے لئے دعا کرنے کو یاد رکھو۔

س۔ سعادت حسن منٹو

ش
شوکت تھانوی

شوکت تھانوی

بچو! دیکھنا ذرا یہ شوکت تھانوی ہیں۔

ان کا خیال ہے کہ یہ مزاح نگار ہیں۔ اگر تم کو ان کے اس خیال پر ہنسی آگئی تو بھی یہ اس کو اپنی مزاح نگاری کی کرامت سمجھیں گے۔

بچو! یہ شاعر بھی ہیں جب سنجیدہ کلام رو رو کر پڑھتے ہیں تو سننے والوں کو ہنسی آتی ہے۔ جب مزاحیہ کلام سناتے ہیں تو لوگ عبرت پکڑتے ہیں۔ حالانکہ خود ان کو پکڑ لینا چاہیئے۔

بچو! خدا کے لئے ان کو سمجھاؤ کہ یہ ترنم سے کلام سنانا چھوڑ دیں اور اگر شاعری ہی ترک کر دیں تو تم سب مل کر جشنِ نجات مناؤ۔ یہ بہت بد آواز ہیں مگر گا کر شعر سنانے سے باز نہیں آتے۔ دعا کرو ان کی آواز خود ان کے کان تک بھی پہنچ جایا کرے بلکہ اگر صرف ان ہی کے کان میں پہنچا کرے تو بہت اچھا ہے

بچو! ان کے مزاحیہ مضامین پڑھکر اگر تم کو ہنسی نہ آئے تو اپنے کو سمجھ دار

سمجھنا اور اگر ہنسی آجائے تو کسی فقیر سے اپنے لئے تعویذ لکھوانے کی کوشش کرنا ۔

بچو! تم کو معلوم نہیں ۔ بات یہ ہے کہ شوکت تھانوی چونکہ باقاعدہ پڑھ نہ سکے لہذا لکھنا شروع کر دیا ۔ مگر تم لکھنے کی کوشش نہ کرنا صرف پڑھنے کی کوشش کئے جاؤ تاکہ شوکت تھانوی بننے سے خدا تم کو محفوظ رکھے ۔

بچو! بعض لوگ شوکت تھانوی کو مزاح نگار کہتے ہیں اور بعض لوگ طنز نگار اور اس قسم کے لوگ بہت کم ہیں جو طنز اور مزاح کا فرق سمجھ سکیں ۔ فرق سمجھتے ہوتے تو نہ طنز نگار کہتے نہ مزاح نگار ۔ خود ان کی ذات کو طنز اور مزاح کہتے ... نگار کی تہمت نہ لگاتے ۔

بچو! ان کو دیدۂ عبرت نگاہ سے دیکھو اور یاد رکھو ۔

ش ۔ شوکت تھانوی

ص

صلاح الدین احمد

صواد

صلاح الدین احمد

بچو! یہ صلاح الدین احمد ہیں — مولانا صلاح الدین احمد۔

تم اگر ان کو نہیں جانتے تو یہ تمہارا قصور ہے۔ ایسے شریف آدمی کو ضرور جاننا چاہیئے۔ اگر تم اچھے بچے ہو تو اچھے آدمیوں سے ضرور ملو اور اچھے آدمیوں میں مولانا صلاح الدین احمد کا نام سر فہرست آنا چاہیئے۔

بچو! مولانا صلاح الدین احمد ایک قسم کے اشرف المخلوقات ہیں۔ آدمی تو سب ہی ہوتے ہیں، مگر اتنی آدمیت بہت کم آدمیوں میں ہوتی ہے جتنی مولانا صلاح الدین میں ہے۔ وہ بہت ملنسار، مرنجاں مرنج اور بشاش آدمی ہیں۔ جن آدمیوں کے حالات میں بشاشت ہوتی ہے، وہ اگر بشاش ہیں تو یہ ان کا کمال نہیں بلکہ حالات کی غلطی ہوتی ہے۔ مگر مولانا صلاح الدین احمد کے حالات میں اتنی بشاشت نہیں جتنی ان کی ذات میں ہے۔ وہ انگریز مصنفین کی طرح کا سر اور سر کے بال لئے اپنی گھنی مونچھوں اور دوہرے جسم کے ساتھ اس قدر سادہ اور

معصوم باتیں کرتے ہیں کہ ان کا مخاطب اپنے کو ان کا محبوب سمجھنے لگتا ہے۔ اور اسی بات نے ان کو سب کا محبوب بنا دیا ہے۔

ان کو بیوی اور بچّوں سے جو محبت ہونا چاہیئے' وہ بھی اردو زبان سے ہے۔ اردو زبان کے متعلق جس وقت کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے' کہ اپنی کسی محبوبہ کا ذکر مزے لے لے کر' کر رہے ہیں۔ ان کے لب و لہجہ کی مٹھاس اور آنکھوں کا معصوم سرور سننے والوں پر بھی وہ عشق طاری کر دیتا ہے جس میں وہ خود مبتلا ہیں، مولانا صلاح الدین احمد رسالہ ادبی دنیا" کے ایڈیٹر تھے۔ اگر ادبی دنیا کے ایڈیٹر نہ بھی ہوتے تو ادبی دنیا ان سے بیگانہ نہ رہتی۔

ایسے معصوم بزرگ' ایسے ہنس مکھ رنجور اور ایسے مستند طالب علم اب کہاں ملتے ہیں۔ یہ مل گئے ہیں تو بچو ان کی قدر کرو اور یاد کرو ان کا نام۔

ص - صلاح الدین احمد

ضواد

ضیا جالندھری

بچّو! یہ وہی ضیا جالندھری ہیں جن کو ترقی پسند طبقہ ترقی پسند سمجھتا ہے۔ عورتیں ان کو کنوارا سمجھتی ہیں۔ دوست ان کی دوستی میں مبتلا ہیں اور یہ خود کسی مرض میں مبتلا نہیں خواہ وہ عشق ہی کیوں نہ ہو۔

پہلے ریڈیو میں تھے، پھر ڈاک خانے میں چلے گئے۔ آخری اطلاع یہ تھی کہ فوج میں ہیں۔ اللہ جانے اس بھٹکے راہی کی منزل کیا ہے اور اس کو منزل کی تلاش ہے بھی یا نہیں۔ پچھلے دنوں بہت سی منزلیں خود ان کا پتہ پوچھ رہی تھیں جب بتایا گیا کہ ڈاکخانے میں ہیں تو مایوس ہوکر بولیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈیڈ لیٹر آفس میں یہ بے نشان پہنچ گیا۔ اندیشہ ہے کہ اگر کچھ دن شادی نہ کی تو بے وارث مال کی حیثیت سے نیلام نہ کر دیئے جائیں۔

شعر بہت کم کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اچھا کہنا چاہتے ہیں۔ کہہ کر مشاعروں میں سناتے اس طرح ہیں گویا سامعین کو گالی دے کر بھاگنے کا ارادہ ہے

اصرار پر دوسری نظم یا غزل اس طرح پڑھتے ہیں گویا گالی دے کر بھاگے تو تھے مگر پکڑے گئے۔ اور اب صفائی پیش کر رہے ہیں۔ یہ مصرعہ ان کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ ع

شاعر تو یہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے!

سنا ہے کہ سینے میں ایک پرخلوص دل رکھتے ہیں، مگر لبوں پہ ہر وقت ایسا تبسم نظر آتا ہے گویا کہہ رہے ہیں کہ یہ دل عام افواہ کے خلاف میرے ہی پاس موجود ہے اور صرف تمہارے ہی لئے ہے۔ "لے لینا جواں ہو کر"

ایک مسلسل طوفان ــ ایک سدا بہار تہلکہ ــ ایک مستقل ہنگامہ ــ ایسی ہی ہنسی۔ ایسی ہی گفتگو اور ایسا ہی ہر انداز ــ کاش یہ کھلنڈرا کبھی کبھی ذمہ دار بھی بن جایا کرے۔

بچو! اس کا نام نہ بھولنا۔

ض ۔ ضیا جالندھری

طوئے

طفیل (محمد طفیل)

بچو! وہی ہیں "نقوش" کے دھان پان ایڈیٹر محمد طفیل۔

قاضی کیوں دبلے؟ شہر کے اندیشے سے۔ طفیل کیوں دبلے؟ ایڈیٹری کے پیشے سے۔

بچو! یہ وہی نازک اندام ایڈیٹر ہے جس کا رسالہ "نقوش" ہمیشہ موٹا تازہ تم نے دیکھا ہوگا۔ عام رسالے اپنا ایک آدھ خاص نمبر نکالا کرتے ہیں۔ مگر طفیل کا "نقوش" خاص طور پر کبھی عام نمبر کی صورت سے نہیں نکلتا۔ اس کا ہر عام نمبر خاص ہوتا ہے اور یہی طفیل کی خاص ادا اور عام بے ساختگی ہے۔

صورت دیکھیے تو زیادہ سے زیادہ خود اپنے رسالہ کی "پرنٹ لائن" نظر آتے ہیں۔ سرگرمی دیکھیے تو حیرت ہوتی ہے کہ اس ہڈیوں کے متناسب ڈھانچے میں اس بلا کی صلاحیت کہاں سے آگئی۔ ہر کام میں سلیقہ اور تمیز داری نظر آتی ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ طبیعت بلا کی نفاست پسند پائی ہے۔ آپ ان سے

گفتگو کیجیئے وہ اپنے دبلے منہ پر ایک لطیف سی مسکراہٹ لئے بات سنتے رہیں گے اور کریں گے وہی جوان کو کرنا ہوگا۔

ان کی ہنسی بہت مہلک ہوتی ہے جو غصے کے وقت کبھی غائب نہیں ہوتی۔ کاروباری لین دین کے وقت بھی موجود رہتی ہے اور اہل معاملہ مار کھاجاتا ہے۔ یہی تبسم اور یہی نیازمندانہ انداز بڑے بڑے سرکشوں سے پانی بھروالیتا ہے۔

بچو! یہ محمد طفیل جتنے ہنس مکھ اور سیدھے سادے نظر آتے ہیں۔ اتنے کاروباری آدمی بھی ہیں مگر وہ کاروبار اس طرح کرتے ہیں کہ ان سے کاروبار کرنے والا سود وزیاں بھول جاتا ہے، یہ اگر اخلاق نہیں تو جادوگری ہے۔ بہرحال ہے کچھ اسی قسم کی چیز جو ان کے کاروبار کا گر ہے جس نے دیکھتے ہی دیکھتے ان کو ایک کامیاب ناشر اور ایڈیٹر کے علاوہ وہ چیز بھی بنادیا ہے، جسے ادیب کہتے ہیں۔ بچو! یہ خدا بننے کے علاوہ سب کچھ بننے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بچو! یہ محمد طفیل دوست کی حیثیت سے بھی بہت عمدہ آدمی ہیں۔ کنپٹی پر دو چار بال سفید ضرور نظر آتے ہیں مگر چہرے پر اب تک اس صاحب اولاد کے بلا کی دوشیزگی برستی ہے اور باتوں میں وہ بھولپن ہوتا ہے کہ مصنف سے اس کی تصنیف کیا جو چاہیں مانگ لیں۔ بچو! ان کو یاد رکھو۔

ط۔ طفیل۔ محمد طفیل

ظ

ظفر علی خان

ظ ۔ ے

ظفر علی خان

بچو! یہ وہی مولانا ظفر علی خاں ہیں جن کے اخبار کا نام "زمیندار" ہے اور جس کا زمینداری سے کوئی تعلق نہیں۔

بچو! مولانا ظفر علی خاں ہمارے ان بزرگوں میں سے غالباً اب اکیلے ہی رہ گئے ہیں جن کے لئے ہم یہ دعا کر سکتے ہیں کہ خدا ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ تم کہو گے کہ ڈاکٹر عبدالحق بھی اسی قسم کے بزرگ ہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ شاباش بچو! تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ جاؤ آج کی چھٹی۔

بچو! یہ مولانا ظفر علی خاں ہماری زبان کی اخبار نویسی کے اگر باوا آدم نہیں تو بھی جدِ امجد کی حیثیت ضرور رکھتے ہیں۔ جب ہمارے محسن معمّر ہو جاتے ہیں تو ہم کو صرف ایک طریقہ یاد رہ گیا ہے کہ ہم ان کو "بابا" کا خطاب دے دیتے ہیں۔ جیسے قائدِ اعظم کو "بابائے ملت" کہنے لگے تھے۔ ڈاکٹر عبدالحق کو "بابائے اردو" کہتے ہیں۔ اسی طرح مولانا ظفر علی خاں کو "بابائے صحافت" کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ صحافت

یتیمی سے بچی رہے۔

بچو! تم کو معلوم نہیں کہ یہ مولانا ظفر علی خاں جتنے بڑے اخبار نویس ہیں اتنے ہی بڑے لیڈر بھی رہ چکے ہیں اور شاعری میں تو ان کی حیثیت شعر کہنے کی مشین کی سی تھی۔ موضوع یا مصرع طرح اس مشین میں ڈال دیجئے اور کھٹا کھٹ ایک سے ایک ڈھلا ہوا شعر نکلنا شروع ہو جائے گا اس مشین سے۔ وہ شاعری کو اپنے بائیں ہاتھ کا اور صحافت کو اپنے داہنے ہاتھ کا کھیل زندگی بھر سمجھتے رہے۔

بہت دنوں سے وہ ضعیفی کے ہاتھوں بقول غالبؔ "نکمے" بن کر رہ گئے ہیں مگر ان کا سب بڑا کام یہی ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ ان کی زندگی سے ہم کو اس طرح کا اطمینان حاصل رہے گا جیسے کسی طالب علم میں خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے کہ الماری میں ڈکشنری رکھی ہوئی ہے۔

بچو! ان کا نام یاد رکھو۔

ظ - ظفر علی خاں

ع

عبدالحق

عین

عبدالحق

دیکھو بچّو! ان کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ اگر تم ان کو بھی نہ پہچانے تو اردو کے حروف کیسے پہچانو گے؟ یہ بابائے اردو مولانا عبدالحق ہیں۔ یہ ڈاکٹر بھی ہیں، مگر علاج صرف اردو کا کرتے ہیں۔

بچّو! بابائے اردو اس لئے نہیں ہیں کہ اردو ان کی بیٹی ہے۔ البتہ جب یتیم ہوگئی تو مولوی عبدالحق نے اردو کو گود لے لیا۔ کہلائے صرف بابائے اردو مگر سچ پوچھو تو اردو کو ماں اور باپ دونوں بن کر پالا اور اردو کے لئے اپنی زندگی تج دی اب ان بے چارے کا سوائے اردو کے اور کوئی نہیں ہے، اولاد ہے تو اردو، دوست ہے تو اردو، مونس ہے تو اردو، غمگسار ہے تو اردو، یہ اردو ہی کے غم میں بوڑھے ہو گئے ہیں اور اگر آج اردو کو پاکستان اپنالے تو آج ہی یہ بوڑھا جوان ہوسکتا ہے۔

بچو! یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اردو ان کے سہارے زندہ ہے یا یہ اردو کے

سہارے زندہ ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دونوں ہی باتیں ٹھیک ہیں۔ یہ صرف
اردو بولتے ہیں اور صرف اردو سننا چاہتے ہیں۔ اس ڈر سے کہ کہیں کسی او
زبان کی بھنک کان میں نہ پڑ جائے اپنے کان بند رکھتے ہیں۔
بچو! ان کی زندگی کے لئے دعا کرو۔ اس لئے کہ ان کی زندگی اردو
زندگی ہے۔ یاد رکھو۔

ع۔ عبدالحق

غین

غلام عباس

افسانہ نگار غلام عباس۔ جن کو لوگ آفندی کے نام سے بھی جانتے ہیں بچو! یہ ان چند افسانہ نگاروں میں سے ایک ہیں جو حقائق کو کہانی بنا کر گذر گئے ہیں۔ مگر بچو! تم تو خیر بچے ہو۔ یہ بات تو ہم "والدین" قسم کے لوگوں کی سمجھ میں بھی نہ آئی۔ ایسا بیڈھنگا آدمی جو سوائے کھر پہ ہونے کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسے لطیف احساسات اور ان احساسات کا ایسا نازک اسلوب ادا کہاں سے لے آتا ہے۔

بچو! تم غلام عباس سے ملنے کی کبھی کوشش نہ کرنا ورنہ حلف اٹھا کر تم کو یقین دلائیں گے کہ میں غلام عباس ہوں اور تم کو عبرت ہو گی کہ ذرا سی بات کیلئے یہ شخص جھوٹا حلف اٹھا رہا ہے، مگر جب تم کو بمشکل ان کے غلام عباس ہونے پر یقین آجائے گا تو تم ان کو ایک نہایت پُرخلوص دوست، ایک ایماندار آدمی اور ایک سچا ادیب پاؤ گے۔

بچّو! یہ غلام عباس بچوں کی طرح معصوم نظر آتے ہیں۔ ان کے قلم میں جو نشتر ہے وہ خدا نے ان کے چہرے میں نہیں دی ہے جب وہ اچانک لکھنا شروع کر دیتے ہیں تو خدا کی قدرت نظر آتی ہے کہ ہتھوڑا ایک دم قلم کیسے بن گیا۔ مگر وہ اپنی صورت سے زیادہ اپنی تحریروں میں نظر آتے ہیں۔ اسی لئے تم کو یہ بزرگانہ مشورہ دیا جا رہا ہے کہ تم ان سے ان کے افسانوں میں ملو۔

بچّو! تم ان غلام عباس کے اگر واقعی دوست بن جاؤ تو سچ مچ کے غلام بن کر رہ جاؤ گے۔ خلوص کی شدت میں اکثر یہ بے چارے حیران رہ جاتے ہیں کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ اور پھر بیکسی کے ساتھ ایسی ہنسی ہنستے ہیں جیسے کسی نے کیلا کھا کر قہقہہ بلند کیا ہو۔

بچّو! جب تم عاقل بالغ ہو جاؤ گے اس وقت تم کو اختیار ہے کہ غلام عباس سے ملو یا نہ ملو، فی الحال تم ان کا نام یاد رکھو۔

غ۔ غلام عباس

ف
فراق گورکھپوری

ف

فراق گورکھپوری

بچو! یہی ہیں فراق گورکھپوری جن کی غزلیں باوجود اس قدر پسندیدہ ہونے کے اب تک قوالوں سے بچی ہوئی ہیں ۔

بچو! فراق گورکھپوری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ان چند غزل گو شاعروں میں سے ایک ہیں جن کی قدامت پسندی کو ترقی پسند نہ جانے کیوں ترقی پسندی سمجھتے ہیں حالانکہ فراق نہ قدامت پسند ہیں نہ ترقی پسند بلکہ اگر کچھ ہیں تو خود پسند اور خود پرست مگر بچو! خود پرست اور خود فریب میں بھی تو فرق ہوتا ہے ۔

بچو! فراق گورکھپوری پروفیسر ہیں ۔ مگر مشاعروں میں جس انداز سے اپنا کلام سناتے ہیں شبہ یہی ہوتا ہے کہ یہ کسی کالج کے پروفیسر نہیں بلکہ شعبدہ باز پروفیسر ہیں اور ابھی اپنے شعر کے دوسرے مصرعے سے کبوتر نکال کر اڑا دیں گے ۔ گول گول آنکھیں اسی انداز سے گھما پھرا کر اپنے ہر مصرعے کے ہر لفظ کو باقاعدہ جمناسٹک کرا کے جس وقت وہ پڑھتے ہیں سننے والوں کو درپردہ ایک صدمہ سا ہوتا ہے کہ اتنا اچھا شعر ان پر

کیوں نازل ہو گیا تھا۔ ان کے اشعار میں نغمہ سے زیادہ رقص ہوتا ہے، مگر شرط یہی ہے کہ وہ خود نغزت نہ فرمائیں۔

بچو! فراقؔ گورکھپوری بڑے خوفناک قسم کے صاف گو آدمی ہیں۔ ایک رکھائی سے بعض سچی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ سننے والا حیران رہ جاتا ہے "تکلف ایسے منہ پھٹ آدمی سے خود پناہ مانگتا ہے" مگر ان کی باتیں سن کر یہ اعتماد ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اس شخص کی کسی بات میں کسی غلط فہمی کا کوئی امکان نہیں

بچو! فراقؔ گورکھپوری کے اشعار میں تم کو جتنی اردو ملے گی اتنی ہی کم ان سے مل کر ان کی گفتگو میں تم پاؤ گے۔ اپنے لب ولہجہ کے اعتبار سے وہ ہر وقت گورکھپور میں رہتے ہیں اور جب گلاس اور بوتل سامنے آجائے پھر تو وہ کہیں بھی نہیں رہتے۔ سنا ہے کچھ دنوں سے صحت مسلسل خراب ہے۔ لہٰذا دعا کرو ان کے لئے

اور یاد رکھو ان کا نام

ف - فراقؔ گورکھپوری

ق

قاسمی (ندیم)

قاف

قاسمی

دیکھو بچّو! یہ احمد ندیم قاسمی ہیں۔
شاعر، افسانہ نگار، ادیب، صحافی، سب کچھ مگر سب سے بڑھ کر ایک اچھے آدمی۔

بچّو! اچھے شاعر، اچھے افسانہ نگار، اچھے ادیب اور اچھے صحافی تو پھر بھی مل جاتے ہیں مگر اچھا آدمی مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی پیدائش عام انسانوں کی پیدائش سے ذرا مختلف ہوتی ہے۔ اس کی پیدائش کے لئے نرگس کو ہزاروں سال اپنی بے نوری پر رونا پڑتا ہے۔ پھر ایسا آدمی پیدا ہوتا ہے۔
بچّو! تم احمد ندیم قاسمی کی قدر کرو۔ اگر تم نے اتنے اچھے آدمی کی قدر نہ کی تو اچھا آدمی پیدا ہونا بالکل بند ہو جائے گا۔ خواہ نرگس اپنی بے نوری پر لاکھوں سال روتی رہے۔ بچّو! ان احمد ندیم قاسمی کا کوئی دشمن اگر تم دریافت کر سکو تو اس کی تصویر اخباروں میں چھپوا دینا تاکہ یہ دعوے باطل ہو سکے کہ احمد ندیم قاسمی نے خواہ

دوست کم بنائے ہوں مگر دشمن کوئی نہیں بنایا۔

بچو! احمد ندیم قاسمی کی شرافت نفس کا یہ عالم ہے کہ ان کا خطا وار خود اپنی نظروں سے گر جاتا ہے اور پھر یہ خود ہی اس گرے ہوئے کو اٹھا کر اپنی آنکھوں پر رکھ لیتے ہیں

بچو! اگر تم سرسری نظر سے احمد ندیم قاسمی سے ملے تو ان کے متعلق عجیب و غریب رائے قائم کر دو گے۔ مثلاً نام بڑے اور درشن تھوڑے ۔ بہت ممکن ہے کہ تم ان کو دیکھ کر مثنوی زہرِ عشق کا یہ مصرع پڑھنے لگو کہ ع کم سخن ہائے میری غیرت دار۔ اور یہ واقعہ بھی ہے کہ وہ جتنے بڑے سخن گو اور سخن سنج ہیں اتنے ہی کم سخن بھی واقع ہوئے ہیں غیرت داری کا عالم دیکھنا ہو تو عینک کے پیچھے مسکرانے والی آنکھیں دیکھ لو جو دو کنواری بہنیں معلوم ہوتی ہیں۔

ہاجرہ مسرور اور خدیجہ مستور کے یہ چہیتے بھیا ہیں اور خوش نصیب ہیں ہاجرہ اور خدیجہ کہ ان کو ایسا چاہنے والا بھائی پاکستان آکر الاٹ ہو سکا۔

احمد ندیم قاسمی پر جب بہت پیار آتا ہے تو یہ غصہ بھی آنے لگتا ہے کہ یہ سیاسیات میں کیوں پڑ گئے۔ وہ خالص شاعر اور خالص ادیب پیدا ہوئے تھے مگر برا ہو اس دردمند دل کا جس نے ان کو سیاسی آدمی بھی بنا دیا۔ اور مشاعروں کو چھوڑ کر وہ جیل بھی جانے لگے۔

بچو! سیاست چاہتی ہے کہ ادب سے ایک عظیم شخصیت چھین لے، مگر تم دعا کرو کہ احمد ندیم قاسمی صرف ادیب اور صرف شاعر رہ جائیں۔ ان کا نام یاد رکھو

ق - قاسمی (احمد ندیم قاسمی)

کرشن چندر

کاف

کرشن چندر

بچو! یہ کرشن چندر ہیں۔ تم ہنس کیوں رہے ہو۔ واقعی یہ کرشن چندر ہیں تم کو ہنسی اس بات پر آئی ہوگی کہ جس کرشن چندر کا نام اتنا ہو، وہ بھلا صرف اتنا سا کیسے ہو سکتا ہے۔ تم نے کرشن چندر کا تصور بہت بھاری بھرکم قائم کیا ہوگا۔ مگر وہ تو واجبی سے آدمی نکلے۔ وجہ یہ کہ لکھتے زیادہ ہیں، ورزش کم کرتے ہیں۔

بچو! اگر تم کو نہیں معلوم تو حیرت ہے کہ کرشن چندر بہت بڑے افسانہ نگار ہیں ترقی پسند ان کو ترقی پسند سمجھتے ہیں، مگر جو ترقی پسند نہیں، وہ بھی پسند کرتے ہیں اور حیران ہوتے کہ ترقی پسند ان کو پسند کرتے ہیں جب کہ ان کے افسانوں میں جنسیات کی مقدار اتنی ہی ہوتی ہے جتنی دنیا کے دوسرے مسائل کی۔ صرف جنسیات ہی جنسیات نہیں۔

بچو! یہ کرشن چندر بھولی بھالی شکل کے نہایت سادہ آدمی نظر آتے ہیں، مگر اپنے افسانوں میں بڑے پرکار بھی بن جاتے ہیں۔ ان کے متین چہرے پر دو شرارت سے بھری ہوئی آنکھیں ہر وقت جزئیات کا جائزہ لیتی رہتی ہیں۔ وہ بیش یا افتادہ

مسائل سے خاموشی کے ساتھ گذر نہیں جاتے بلکہ ان میں بھی اپنے لئے افسانہ ڈھونڈتے ہیں اور صرف ڈھونڈتے نہیں بلکہ پاتے بھی ہیں۔

بچّو! یہ کرشن چندر خطرناک حد تک بذلہ سنج بھی ہیں مگر ساتھ ساتھ گہرے آدمی بھی۔ وہ چپکے چپکے جانے کیا سوچتے رہتے ہیں۔ ان کی زندگی کچھ چیونٹی سے ملتی جلتی ہے جو چپکے چپکے جانے کیا کرتی رہتی ہے۔ مصروفیت بے حد مگر نہایت خاموش قسم کی مصروفیت۔ جب ریڈیو میں رہے اس وقت بھی نہایت خاموش کارکن رہے جب ریڈیو سے فلم میں گئے اس وقت بھی چپ چاپ اور اس کے بعد بھی چپ۔ ان کی کتابیں، ان کے افسانے اور ان کی تحریریں شور مچاتی ہیں، ہنگامے برپا کرتی ہیں مگر وہ اس طرح معصوم بنے رہتے ہیں جیسے ان کا اس شور، اس ہنگامے سے کوئی تعلق ہی نہیں بچّو! یہ نہ سمجھنا کہ وہ گھُنّے ہیں۔ وہ نہ گھُنّے ہیں نہ چھچھوں تھتھوں والے آدمی۔ البتہ ان کو اپنے افسانوں کی اوٹ میں رہنے کا کچھ شوق سا ہے ـــ تو بھئی اپنا اپنا شوق ہے یہ۔ بچّو! یہ کرشن چندر بھی ترقی پسندوں کی جامع مسجد کے امام رہ چکے ہیں۔ مگر چونکہ اذان دینے سے گھبراتے ہیں، لہذا اب صرف مجاور بن کر رہ گئے ہیں تم ان کا نام یاد رکھو ـــ

ک ۔ کرشن چندر

لام

ل۔احمد

بچو! یہ تمہارے ابا جان کے عہد کے افسانہ نگار ہیں۔

آگرے کی تین چیزیں مشہور ہیں۔ تاج محل۔ دال موٹھ اور ل۔احمد۔ تاج محل اور دال موٹھ کی شہرت بدستور قائم ہے مگر ل۔احمد نے مشہور ہونے کا مشغلہ مدت سے ترک کر دیا ہے۔ ان کے افسانے اب تک بعض تاریخی کتابوں میں پائے جاتے ہیں جن کو محکمۂ آثار قدیمہ نہایت احتیاط سے محفوظ کر رہا ہے۔

بچو! ل۔احمد کے افسانے اگر کہیں مل سکیں تو ضرور پڑھ لو تاکہ تم کو بھی صدمہ ہو سکے کہ اتنے اچھے لکھنے والے نے لکھنا کیوں بند کر دیا۔ یہ ہمارے افسانوی ادب میں اپنی راہ الگ نکال کر ہم کو اس راہ پر بھٹکتا ہوا چھوڑ گئے اور اب آگرے میں بیٹھے خود تو تجارت کر رہے ہیں اور ہمارے بھٹکنے کا تماشہ خاموشی سے دیکھ دیکھ کر ہنس رہے ہیں۔

بچو! یہ ل۔احمد ہمیشہ سے ایسے سنجیدہ بزرگ نہ تھے۔ بڑے ہنگامے

کی زندگی بسر کر چکے ہیں۔ بڑی دوانی تھی ان کی جوانی بھی۔ بڑے منچلے تھے اپنے وقت کے یہ بزرگ بھی، مگر اب تو جیسے تھک ہار کر رہ گئے ہوں بس۔ سنا تھا کہ ادیب کبھی بوڑھا نہیں ہوتا مگر ل۔ احمد نے خدا جانے کیوں پنشن لے لی ہے۔ بہرحال تم ان کا نام یاد رکھو۔

ل۔ ل۔ احمد

بچو! مجنوں گورکھپوری کو دیکھو تو ان کو اپنا دوست اور ہمجولی سمجھ کر یہ نہ کہنا کہ آؤ چلیں کھیلیں۔ ان کا قد چھوٹا ہے مگر یہ بہت بڑے افسانہ نگار ہیں۔ ان سے مل کر تم کو یہ کہاوت یاد آنا چاہیے کہ "نام بڑے اور درشن تھوڑے" پھر جب تم بڑے ہو کر ان کے افسانے پڑھو گے تو تم کو ضرور تعجب ہوگا کہ اتنا سا آدمی کتنا بڑا انسان تھا۔

بچو! مجنوں گورکھپوری اردو کے ان چند انشا پردازوں میں سے ہیں جن کو اردو کی تاریخ کبھی نہ بھلا سکے گی۔ یہ ایک قابل باپ کے قابل بیٹے ہیں۔ خدا کرے قابل بیٹوں کے باپ بھی کہلائیں۔

بچو! مجنوں گورکھپوری بڑے ہنس مکھ مگر خطرناک طور پر سچے آدمی ہیں۔ وہ خلافاً بھی جھوٹ نہیں بولتے اور بعض اوقات سچ بولتے وقت نہایت کھرے نظر آتے ہیں اور بڑے سے بڑے دوست کا دل رکھنے کے لئے بھی جھوٹ نہیں بولتے۔

مثلاً یہ معمولی سا جھوٹ ہے کہ کسی کا شعر سن کر تعریف کر دی جائے ۔ مگر مجنوں گورکھپوری گھٹیا شعر کی کبھی تعریف نہیں کرتے ۔ لوگ ان کی اس سچائی کو ان کا غرور سمجھتے ہیں۔ مگر وہ جھوٹ بولنے سے معذور ہونا پسند کرتے ہیں۔

بچو! تم ان کے افسانے ضرور پڑھو اور ان کا نام یاد رکھو۔

م ۔ مجنوں گورکھپوری

ن

ن ۔ م راشد

نون

ن ۔ م ۔ راشد

دیکھو بچو! یہ ن ۔م۔ راشد ہیں۔ اپنے وقت کے بہت بڑے شاعر۔ یہ بہت اچھی غزلیں کہتے تھے، مگر جب ان کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں اور شاعر بھی اچھی غزلیں نہ کہنے لگیں تو باقی شاعروں کو بہکانے کے لئے کچھ آزاد نظمیں بھی کہہ ڈالیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب آزاد نظمیں کہنے لگے اور جب لوگ آزاد نظمیں کہنے لگے تو یہ پھر اطمینان سے غزل کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اب کوئی آزاد نظم نہیں کہتا۔ اس لئے کہ آزاد نظم کہنے والے خود آزاد ہو چکے ہیں اور آزادی ملنے کے بعد سے اگر غزل نہ بھی کہہ سکیں تو قومی ترانے کہتے رہتے ہیں۔

بچو! تم اگر کہیں آزاد نظم دیکھنا تو پڑھنا نہیں ورنہ ہنسی آجائے گی خیر ہنسنا تو کوئی بری بات نہیں ہے مگر اس نظم کو یاد کرنے کی صرف اس وقت کوشش کرنا جب پہاڑے یاد کرنے کو جی چاہے۔ اور ایک بات گرہ میں باندھ لو کہ اس نظم کو گانے کی کبھی کوشش نہ کرنا۔ اس لئے کہ علم موسیقی میں اب تک کوئی راگ ایسا ایجاد

نہیں ہوا ہے جس میں آزاد نظم گائی جا سکے۔ یہ نظم کسی ایسے ستار پر بجائی بھی نہیں جا سکتی جس کے تمام تار صحیح و سالم ہوں۔

بچو! یہ ن۔م۔راشد اپنے نام کو دستخط اس لئے بنائے ہوئے ہیں کہ ان کا نام نذر محمد ہے اور یہ نام ان کو پسند نہیں۔ اس لئے سعادت مندی کی وجہ سے والدین کا رکھا ہوا نام تو نہیں بدلتے البتہ انگریزی طریقہ پر اس ناپسندیدہ نام کے حروف لے لئے ہیں تاکہ چھوٹے نام کے بڑے درشن ہیں۔ فیشن کا فیشن اور نام کا نام۔

بچو! ن۔م۔راشد بہت عمدہ آدمی ہیں اور چونکہ جہاندیدہ ہیں اس لئے ان سے بات کرکے معلوم ہوتا ہے کہ بات کرنے والا سیاحت کر رہا ہے۔ پہلے ریڈیو میں تھے پھر فوج میں گئے۔ پھر ریڈیو میں آئے اور اب امریکہ میں ہیں۔ خدا کرے اس نئی دنیا سے شاعری کی کوئی نئی صنف لے کر آئیں تاکہ کچھ دن اس کے بھی چرچے رہیں۔

بچو! ان۔ن۔م۔راشد کا کلام اگر پڑھنا ہے تو ان کی غزلیں ڈھونڈو۔ نئی شاعری میں یہ پرانا شاعر تم کو مشکل سے ملے گا اور ان کا کلام بھی سمجھنے کی کوشش نہ کرنا۔ تم صرف ان کا نام یاد رکھو۔

ن۔ ن۔م۔راشد

و

وقار عظیم

واؤ

وقار عظیم

بچو! یہ وقار عظیم ہیں۔ جب تم بڑے ہوجاؤ گے تو یہ تم کو پڑھائیں گے جلدی جلدی پڑھو تاکہ اسکول سے کالج میں پہنچو اور وقار عظیم تم کو پڑھائیں۔ سنا ہے کہ ان کا پڑھایا ہوا لکھنے بھی لگتا ہے۔

بچو! یہ وہی وقار عظیم ہیں جو پہلے رسالہ "نقوش" کے ایڈیٹر تھے اور اب بھی رسالہ "نقوش" سے ان کو ویسی ہی محبت ہے۔ محبت تو خیر ان کی عادت بن گئی ہے۔ سب ہی سے محبت کر لیتے ہیں۔ اور یہ محبت اس لئے جڑ پکڑ لیتی ہے کہ لڑنا، دشمنی کرنا اور دشمن بنانا ان کو آتا ہی نہیں۔ کالج میں پروفیسر ہیں مگر ادائیں طالبعلمانہ ہیں۔ زندگی بھر میں صرف دو شوق پیدا ہوئے، پڑھنے کا شوق اور پھر پڑھا ہوا اگلنے کے لئے لکھنے کا شوق۔

دھان پان جسم بھی کچھ عجیب کلک نما پایا ہے۔ ہر وقت ہنسنے والی آنکھیں اور ان آنکھوں میں اپنے مخاطب کے لئے محبت کی چمک، ہوا کا تیز جھونکا آجائے تو

یہ نقاد اڑ جائے، مگر کسی ادبی بحث میں حصہ لے تو معلوم ہو کہ یہ وقار عظیم نہیں بلکہ ایک کوہ وقار ہے جو اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ بحث بھی مسکرا مسکرا کر فرمائیں گے۔ مدِمقابل معلوم نہیں دلائل سے پسپا ہوتا ہے یا اس تبسم سے بہرحال پسپا ہونا ضرور ہے اور اس کی پسپائی یا اپنی فتح کا بھی آپ کی صحت پر کوئی نمایاں اثر نہیں ہوتا۔ کسی پر تنقید کریں گے تو وہ اس طرح خوش ہوگا گویا یہ نقاد اس کو داد دے رہا ہے۔ بیداد گر ہو تو ایسا۔

وقار عظیم یقیناً خوبصورت آدمی نہیں ہیں مگر ان میں حسن یقینی طور پر ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ حسن بیاں نہ ہو سکے، مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بحیثیت مجموعی ان میں بلا کی دلکشی ہے۔ اب خواہ یہ دلکشی ان کی اس شرافت کی ہو جو ہر وقت ان پر طاری رہتی ہے یا اس انکساری کی جس کو باقی رکھنے کیلئے غالباً وہ دانستہ اپنی صحت خراب رکھتے ہیں۔

بچّو! ان کا نام نہ بھولنا۔

۹۔ وقار عظیم

۵

ہاجرہ مسرور

۵

هاجرہ مسرور

بچّو! یہ ہاجرہ مسرور ہیں۔ وہی ہاجرہ مسرور جن کا ذکر خدیجہ مستور کے سبق میں آچکا ہے۔ یہ اس دور کی بہت بڑی افسانہ نگار خاتون ہیں اور ان چند خواتین میں سے ہیں جن کی وجہ سے بہت سے غور و فکر کے مریض مرد ہر کام چھوڑ کر صرف اس بات پر غور کیا کرتے ہیں کہ اگر حجاب امتیاز علی عصمت چغتائی، ہاجرہ مسرور، قرۃ العین اور خدیجہ مستور قسم کی عورتیں برابر پیدا ہوتی رہیں تو ہم ناقص العقل کس کو کہا کریں گے۔ بچّو! ان مفکرین کو اندیشہ یہی ہے کہ کہیں یہ خود ناقص العقل بن کر نہ رہ جائیں

بچّو! یہ اندیشہ غلط بھی نہیں۔ تم ذرا ہاجرہ مسرور کے افسانے پڑھ کر دیکھو۔ اور پھر ویسا ہی افسانہ لکھنے کی کوشش کرو تو تم کو اندازہ ہوگا کہ تم تیزی سے ناقص العقل بن رہے ہو۔

بچّو! یہ میٹھی میٹھی زبان میں ایسے افسانے لکھتی ہیں کہ ان کی گہرائیوں میں جانے سے پہلے تم کو اپنی زبان اردو سے سچ مچ کا عشق ہو جائے گا۔ بعض

اوقات تم کو محسوس ہوگا کہ تم ہاجرہ مسرور کا افسانہ نہیں پڑھتے بلکہ ان سے باتیں کرتے ہو۔

" اللہ کرے یہ منحوس سنجیدگی اڑ جائے دنیا سے ۔ میں نے کلپ کر

یہ دعا مانگی "

یہ " اڑ جائے " اور یہ " کلپ کر " ۔ کبھی اللہ تم سمجھتے کیوں نہیں ۔

بچو! یہی تو وہ زبان ہے جو اس طرح لکھی جاتی ہے کہ پڑھنے والے تحریر کو تقریر

سمجھنے لگیں اور پھر تشبیہیں ایسی کہ :-

" واجد کا چقندر جیسا منہ کھاری شلغم میں تبدیل ہو گیا ۔"

اگر تم نے چقندر اور شلغم دونوں ترکاریاں کھائی ہیں تو سبحان اللہ اور اگر نہیں

کھائی ہیں صرف دیکھی ہیں تو بھی تم کو اندازہ ہو جائے گا کہ ہاجرہ مسرور نے کتنے

بڑے سمندر کو ان دو ترکاریوں میں بند کر دیا ہے ۔

بچو! ہاجرہ مسرور افسانہ نگار ہی نہیں ہیں پیدا ہوئی ہیں ۔ اس پر طرہ ان کی

زبان دانی ۔ بلکہ زبان دانی بھی نہیں ، اہل زبان ہونا ۔ اہل زبان کی زبان میں

مٹھاس اور رس ہوتا ہے اور زبان دان کبھی کبھی زبان درازی بھی کر جاتا ہے

جو ہاجرہ مسرور نہیں کرتیں ۔

بچو! ہاجرہ مسرور کو اگر تم نے بھلایا تو تمہارا چقندر جیسا منہ کھاری شلغم

بن جائے گا ۔ لہٰذا یاد کر لو ۔

۵ ۔ ہاجرہ مسرور

۷

یوسف حسن

بچو! دعا کرو کہ خدا حکیم یوسف حسن کی عمر میں برکت دے۔ یہ اپنی زندگی ہی میں ایسے خانہ نشین ہو گئے ہیں کہ تم میں سے بہت سے بچے ان کو جانتے بھی نہ ہوں گے۔

بچو! اپنے ابا جان سے پوچھو کہ ان کے زمانے کا سب سے مشہور اور ہر دلعزیز رسالہ کون سا تھا۔ تو وہ جواب دیں گے " نیرنگِ خیال" اور یہ حکیم یوسف حسن اسی "نیرنگِ خیال" کے ایڈیٹر ہیں۔ مگر نیرنگ خیال اور وہ دونوں بوڑھے ہو گئے۔ ورنہ یہی وہ" نیرنگ خیال تھا جس نے ایک تہلکہ مچا رکھا تھا۔ جس کے سالناموں اور خاص نمبروں کی ایک دھوم تھی۔

بچو! یہ حکیم یوسف حسن حکیم بے شک ہیں مگر ان کو نبض شناسی سے زیادہ ادب شناسی پر ناز ہے اور یہ ناز غلط بھی نہیں ہے۔ ان کے اثر اور رسوخ نے "نیرنگِ خیال میں وقت کے تمام بڑے بڑے ادیبوں کو یکجا کر دیا تھا جب تک

یہ شیرازہ قائم رہا نیرنگ خیال کا جواب نہ تھا ۔ جب یہ شیرازہ منتشر ہوا تو نیرنگ خیال خواب وخیال بن کر رہ گیا ۔

بچو! دعا کرو کہ حکیم یوسف علی پھر انگڑائی لے کر اٹھیں اور اپنی صلاحیتوں سے " نیرنگ خیال " کو پھر اپنے آزمودہ نسخے کی طرح پیش کریں تاکہ لوگ یاد رکھ سکیں ۔

ی ۔ یوسف حسن

یاس یگانہ

ے

یاسؔ یگانہ چنگیزی

چھوٹی "ی" سے نہیں بلکہ بڑی "ے" سے یاس. چھوٹی "ی" یاس کے متعلق کہتی ہے۔ چھوٹا منہ بڑی بات۔ یہ غالبؔ کو چچا بنا کر چھوڑنے والے یاسؔ عظیم آبادی ہیں۔

بچو! یہی وہ مرزا یاسؔ یگانہ ہیں جو اپنے کو مرزا یاسؔ یگانہ چنگیزی علیہ السلام لکھتے ہیں خیریت گذری کہ شاعر تھے، صرف غالبؔ اور عزیز سے انکار کیا ہے اور اپنے کو علیہ السلام کہا ہے۔ شاعر نہ ہوتے تو خدا سے انکار کرتے اور خدائی کا دعویٰ کرتے۔

بچو! مرزا یاسؔ بہت بڑے شاعر ہیں۔ پڑھے لکھے شاعر۔ زبان اور ادب کے بہت بڑے ماہر۔ باوجود اس قدوس قابلیت کے کلام بھی ٹھس نہیں ہوتا۔ بس ایک ذرا سی بات یہی ہے کہ بہت سی بلندیوں کو پست دیکھتے ہیں اور اتنے بڑے زبان دان ہونے کے باوجود بدزبانی پر اتر آتے ہیں۔ ان کے لئے عام خیال تھا کہ

کہ وہ اتنے بڑے زبان داں نہیں جتنے بڑے بد زبان ہیں۔ اگر یہی شخص زبان کا بھی اتنا ہی میٹھا ہوتا جتنا کلام کا میٹھا ہے تو لوگ عزت اور احترام سے بہت بڑی جگہ دیتے۔ مگر چونکہ خود مرزا یاسؔ نے اپنے کو اتنی بڑی جگہ دے رکھی ہے جو لوگوں کے نزدیک ان کی حیثیت سے زیادہ ہے۔ لہٰذا ان کے قدر داں بھی ان کو ان کی اصل جگہ پر لانے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں اور اپنے قدر دانوں کی ان کوششوں کو دیکھ دیکھ کر مرزا یاسؔ مستقل طور پر چڑچڑے ہو کر رہ گئے ہیں۔ ایسے چڑچڑے کہ ان کو سلام کرتے جی ڈرتا ہے کہ کہیں جواب میں گالی نہ دے بیٹھیں۔

بچو! مرزا یاسؔ دراصل مریض ہیں۔ ان کو وہی مرض لاحق ہے جو نمرود اور شداد کو تھا۔ وہ خداوند عالم کے حریف نہیں مگر خداوندانِ سخن کے حریف ضرور ہیں۔ کمالِ فن سے انکار نہیں مگر بُرا ہو اس احساس کمتری کا جس نے مرزا یاسؔ کو احساسِ برتری کی زبردستی میں مبتلا کر کے ایک مستقل لطیفہ بنا دیا ہے۔ ایک دلچسپ شخصیت پہلے لوگ ان پر غصہ کرتے تھے اب ہنسنے لگے ہیں۔

بچو! اگر تم کلام یاس سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہو تو اس کو یاس کا کلام سمجھ کر نہ پڑھو۔ ان کو تو صرف سبق یاد کرنے کے لئے یاد رکھو۔

سبق ۔ یاسؔ یگانہ چنگیزی

اے۔ آر۔ خاتون کی دوسری کتابیں

شمع

یہ ناول لکھ کر محترمہ نے ایک ایسا چراغ جلایا ہے جس کی روشنی میں تہذیب و معاشرت کے باریک سے باریک نقوش اُجاگر ہو کر نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ زبان کی چاشنی کے ساتھ ساتھ مقصدی افادیت کو کہیں فراموش نہیں ہونے دیا۔ قیمت پانچ روپے

اندرون خانہ معاشرت اور ایک خاص ماحول کی اتنی مکمل تصویر کہ اس کا ایک خط اور ایک ایک رنگ فن کارانہ کمال کا ایک لازوال مرقع معلوم ہوتا ہے۔ پلاٹ کی ترتیب اور واقعات کا تسلسل اتنا فطری ہے کہ افسانے پر حقیقت کا شبہ ہوتا ہے۔ قیمت چار روپے

مرحوم دہلی کی آخری تہذیب کا وہ دلفریب اور دلگداز عکس جو برصغیر کی تاریخ کے ایک ناقابل فراموش باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ 1947 کے دردناک اور ہولناک واقعات نے اس تہذیب کو ملیامیٹ کیا ہے۔ اس کے بعد اس ناول کی قیمت دو چند ہو گئی ہے۔

ناشر

نیو تاج آفس پوسٹ بکس ۱۲۴۹ دہلی